عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN
جلد ۲۴ | ۱۲ تا ۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۳/ جولائی ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۲۷

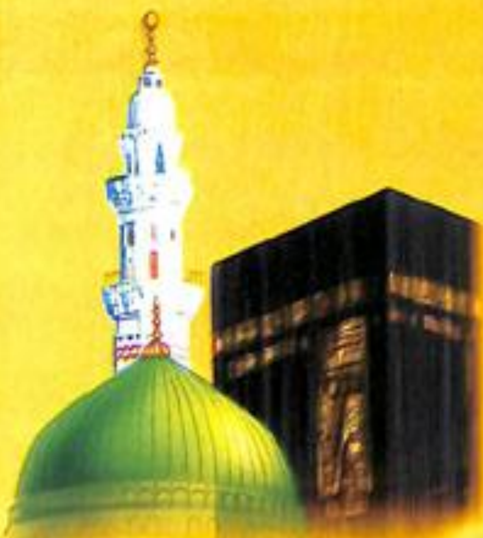

رحمتِ الٰہی کی ایک شکل

ختمِ نبوت کا مفہوم

رام مال

نحوست

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatme-nubuwwat
http://www.khatm-e-nubuwwa

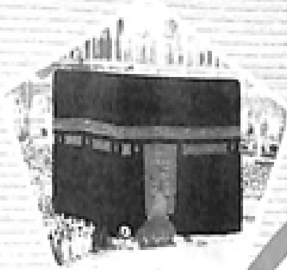

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

نماز باجماعت کے دوران بیمار کو اٹھانا:

س:...... نماز باجماعت کے دوران کوئی نمازی دل کا دورہ پڑنے یا کسی اور وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑے جبکہ اس سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں بھی خلل واقع ہو تو اس صورت میں کیا اس کا قریبی نمازی، نماز توڑ کر اسے سہارا دے کر باہر لے جا سکتا ہے؟

ج:...... ضرور۔

س:...... اس نمازی کے ہوش میں آنے کے بعد اس کو سہارا دینے والا اپنی بقیہ نماز کس طرح سے ادا کرے گا؟

ج:...... نئے سرے سے پڑھے۔

گٹر کے ڈھکن کے نیچے اخبار لگانا:

س:...... گٹر کے ڈھکن سیمنٹ کے بنوا کر لگائے جاتے ہیں جب کہ سیمنٹ کے ڈھکن کے نیچے کی طرف اخبار چپکا ہوتا ہے اور اس کو اکھاڑنا بھی ناممکن ہوتا ہے، ان اخباروں میں اکثر اللہ تعالیٰ کا نام اور آیات بھی ہوتی ہیں۔ کیا یہ آیات کی بے ادبی نہیں ہے؟ ان گٹر کے ڈھکنوں کے اوپر جوتے رکھ کر چلنا جائز ہے؟

ج:...... ایسے اخبار جن پر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو، گٹر کے ڈھکن کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے انبیاءؑ کی معیت نصیب ہوگی، ان کا درجہ نہیں:

س:...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ ”ومن یطع اللہ والرسول الخ“ (النساء:۶۹) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاءؑ کرام علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں، اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔“

اور اس کی تشریح یہ بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نبی، صدیق، شہید اور صالح کا درجہ مل سکتا ہے۔ کیا یہ مطلب اور تشریح درست ہے؟ اگر نہیں تو اس کے صحیح مطلب اور تشریح سے مطلع فرمائیں؟

ج:...... یہ تشریح دو وجہ سے غلط ہے ایک تو یہ کہ نبوت ایسی چیز نہیں جو انسان کو کسب و محنت اور اطاعت وعبادت سے مل جائے، دوسرے اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام کی چودہ صدیوں میں کسی کو بھی اطاعت کاملہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوشاں رہیں گے گو ان کے اعمال کم درجے کے ہوں لیکن ان کو قیامت کے دن انبیاءؑ کرام، صدیقین شہداء اور مقبولانِ الٰہی کی معیت نصیب ہوگی۔

ختم قرآن کے موقع پر رقم دینا:

س:...... نماز تراویح میں ختم قرآن کرنے پر حافظ صاحب کو ختم قرآن سننے والے بطور ہدیہ کچھ رقم اور کپڑے وغیرہ دیا کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ جبکہ قرآن شریف پڑھنے والے حافظ کو نہ اس کی پہلے سے خواہش ہو، نہ مطالبہ؟

ج:...... اگر کچھ نہ دیا جائے تو کیا حرج ہے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۲۴ شمارہ:۲۷ ۱۳تا۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۹تا۲۳/ جولائی ۲۰۰۵ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر، محمد انور رانا
ناظم مالیات، جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیر، حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائیٹل و تزئین، محمد ارشد خرم
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

ختم نبوت ...... اسلام کا بنیادی عقیدہ	(اداریہ)	4
ختم نبوت کا مطلب	(مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)	6
رحمت الٰہی کی ایک شکل	(حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ)	10
کامیابی کا راستہ	(مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ)	13
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	(رفیق احمد)	17
حرام مال کی نحوست	(مولانا عبدالواحد)	19
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ...... سیرت و کردار	(مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ)	21
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری	(بابو شفقت قریشی سہام)	25

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک، بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲، ۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ختم نبوت..........اسلام کا بنیادی عقیدہ

ختم نبوت اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر قرآن کریم کی تقریباً سو آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو دس ارشادات عالیہ گواہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے بعد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نبی یا رسول بنا کر بھیجا ہے' نبوت محمدیہؐ کے خلاف کھلی بغاوت ہے۔ یہ بات کسی تشریح وتوضیح کی محتاج نہیں ہے کہ تاریخ اسلام میں روز اول سے لے کر آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو امت محمدیہؐ نے کافر ومرتد قرار دے کر اس کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہوئے اس فتنے کو پیوند خاک کیا۔

انگریز کے منحوس دور میں انگریز سرکار کے خود کاشتہ پودے کی حیثیت سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت ورسالت سے لے کر الوہیت تک کے بلند بانگ دعوے کئے۔ اگر ایسے دعوے کسی اسلامی دور حکومت میں کئے جاتے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا انجام مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروکاروں سے چنداں مختلف نہ ہوتا' لیکن چونکہ قادیانی نبوت انگریز سامراج کی ساختہ وپرداختہ اور اس کے گھر کی لونڈی تھی' اس لئے انگریز حکومت کے زیر سایہ مرزا قادیانی کے دجل وفریب کا شجرۂ خبیثہ پروان چڑھتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس وطن پاک میں' جسے خدا ورسولؐ کے مقدس نام پر معرض وجود میں لایا گیا' جس کی بنیادوں میں لاکھوں مسلمانوں کا خون شامل ہوا' تب کہیں جا کر یہ ملک بنا' اس نظریاتی ملک میں مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کا سکہ ہرگز چلنے نہ دیا جاتا' لیکن بہت سے اسباب وعوامل کی بنا پر وطن عزیز میں قادیانیوں کی سیاہ کاریاں اور ان کی تخریبی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں۔

مسلمانوں کے پرزور احتجاج اور ختم نبوت کی بھرپور تحریکوں کے بعد بالآخر ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو صرف اتنی بات تسلیم کی گئی کہ قادیانی غیر مسلم ہیں' غیر مسلموں کی فہرست میں ان کا نام شامل کر دیا گیا' لیکن ان کی تبلیغی وتخریبی سرگرمیوں کو عملاً روکنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے پیش نظر مسلمانوں کو ایک بار پھر میدان عمل میں اتر کر بھرپور تحریک چلانی پڑی۔ چنانچہ دس سال بعد حکمرانوں کو قادیانیوں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کرنا پڑا۔ اس آرڈی نینس کے بعد قادیانی کچھ عرصہ کے لئے زیر زمین چلے گئے' لیکن بعد ازاں قادیانیوں نے پھر اپنی سرگرمیوں شروع کر دیں۔ پورے ملک میں عموماً اور پسماندہ علاقوں اور دور دراز دیہاتوں میں خصوصاً ان کی اسلام دشمن سرگرمیاں ہنوز جاری ہیں۔ آئے دن وہ اشتعال انگیز کارروائیاں کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرتے رہتے ہیں' مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کی تبلیغ کر کے وہ سر عام ملکی آئین اور قانون کا مذاق اڑاتے ہیں اور لالچ وغیرہ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات سے بے خبر سادہ لوح مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکا ڈالتے ہیں۔

اس پوری صورت حال سے انتظامیہ کے ذمہ دار حضرات باخبر ہونے کے باوجود اس کے سدباب کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور نہ قادیانیوں پر کوئی قدغن لگائی جاتی ہے' جس سے ان کے حوصلے کو مزید تقویت مل رہی ہے' وہ بے باک ہوتے جا رہے ہیں اور اب تو وہ کھلم کھلا دہشت گردی کی وارداتوں میں بھی ملوث پائے جاتے ہیں۔ قادیانیوں کی قانون شکنی کا یہ انداز اور ان کے بدلے ہوئے تیور یہ واضح کرتے ہیں کہ وہ کسی گہری سازش کے تحت یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور وطن عزیز کے حالات کو خراب کرنے کے لئے وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر ناچ رہے ہیں' لیکن انہیں شاید ابھی تک اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ مسلمان ناموس

ختم نبوۃ

رسالتؐ کے مسئلے پر کسی قسم کی رواداری کا قائل نہیں۔ قادیانیوں جیسے گستاخ اور اسلام دشمن گروہ سے آخر کس طرح رواداری اختیار کی جاسکتی ہے؟ قادیانیوں کے کفریہ عقائد کے سامنے تو خود کفر شرمندہ ہے۔ قادیانی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ:

☆...... رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی اشاعت مکمل نہ ہوسکی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آ کر پوری کی۔ معاذ اللہ۔

☆...... مرزا قادیانی کی وحی کے مقابلہ میں حدیث رسول کوئی شئی نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔

☆...... ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ معاذ اللہ۔

☆...... روضہ اطہر کے متعلق جن کا عقیدہ یہ ہو کہ معاذ اللہ وہ نہایت متعفن اور حشرات الارض کی جگہ ہے۔ معاذ اللہ۔

☆...... جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ ابوبکرؓ عمر رضی اللہ عنہما مرزا قادیانی کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہ تھے۔ معاذ اللہ۔

☆...... جو لوگ مرزا قادیانی کے ان عقائد کی تبلیغ کرتے ہوں کہ جو شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت نہ کرے اور اس کی مخالفت کرے وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ معاذ اللہ۔

جب لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس قسم کے کفریہ عقائد مسلمانوں کے سامنے بطور تبلیغ پیش کرتے ہوں تو ہر ذی شعور انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ مرزائی آخر ملکی حالات کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں؟ ان کی کفریہ تبلیغ پر پابندی کے باوجود حکمران طبقہ نہ جانے کیوں ان کی سرگرمیوں کا نوٹس نہیں لیتا؟ جب مسلمان ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر عشق رسالتؐ میں مست ہو کر وہ اس کفریہ یلغار کے خلاف سینہ سپر ہو جاتا ہے اور یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ اب اس ملک میں یہ کفر نہیں چلے گا اور وہ ناموس رسالتؐ کے گستاخوں کا جینا دوبھر کر دیتا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت پاکستان کی تاریخ میں ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں چلنے والی بھرپور تحریکات ختم نبوت اس کی زندہ مثال ہیں۔ اس سے قبل کہ اس قسم کے حالات دوبارہ پیدا ہوں، حکمران طبقہ کو چاہئے کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں کو سمجھتے ہوئے ان کی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لے اور وطن عزیز کی کلیدی آسامیوں پر فائز قادیانی، جو در اصل اس قسم کے خطرناک حالات پیدا کرنے کا اصل سبب ہیں، انہیں فی الفور برطرف کیا جائے۔ موجودہ بدلتی ہوئی عالمی صورت حال کے پیش نظر وطن عزیز انتہائی نازک حالات سے گزر رہا ہے، عالم کفر اور اسلام دشمن افراد پاکستان کے متعلق اچھے ارادے نہیں رکھتے، ان حالات میں انتہائی ضروری ہے کہ وطن عزیز کی کلیدی آسامیوں سے ملک وملت کے دشمن قادیانیوں کو الگ کیا جائے۔ ختم نبوت کے باغیوں، یہود ونصاریٰ کے ایجنٹوں، قادیان کی خود ساختہ نبوت کے پیروکاروں کا ملک میں کلیدی عہدوں پر فائز رہنا ملک وملت کے لئے ہرگز ہرگز سود مند نہیں، بلکہ یہ وطن عزیز کی بنیادیں کھوکھلی کرنے اور ملک وملت سے غداری کے مترادف ہے، جس کا انسداد وقت کا تقاضا ہے۔

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاد دہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر، چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ: خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوۃ

پہلی قسط

ختم نبوت کا مفہوم

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ جو حضرت آدم (علیہ السلام) سے شروع ہوکر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک پہنچا تھا' رشد و ہدایت کے اسلوب و نہج کے لحاظ سے اس معنی میں یکسانیت رکھتا ہے کہ اس تمام سلسلہ میں نبوت و رسالت جغرافیائی حدود میں محدود رہی ہے اور اس لئے مختلف زبانوں میں ایک ہی وقت میں متعدد انبیأ علیہم السلام کی بعثت فرائض رسالت ادا کرتی رہی ہے' حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پیغام حق نے اگرچہ ایک گونہ وسعت اختیار کی اور بنی اسرائیل کی گم کردہ راہ بھیڑوں کے علاوہ بھی بعض حلقۂ انسانی اس دعوت کی مخاطب بنی' تاہم انہوں نے عالمگیر دعوت و پیغام کا دعویٰ نہیں کیا اور انجیل شاہد ہے کہ خود ذات قدسی نے بہ صراحت کہہ دیا کہ ان کی بعثت کا تخاطب محدود ہے' لیکن یہ سلسلہ آخر کب تک اسی طرح محدود رہ سکتا تھا؟ اور جو حلقۂ دعوت وارشاد آہستہ آہستہ ترقی پذیر اور وسعت گیر ہوتا جا رہا تھا' وہ قانون قدرت کے عام اصول کے خلاف کس طرح ہمیشہ کے لئے محصور رہ سکتا تھا؟

البتہ انتظار تھا تو اس کا کہ وہ وقت قریب آ جائے جبکہ دنیا کی وسیع پہنائیوں اور عالمگیر وسعتوں کے درمیان ایسی ہم آہنگی پیدا ہو جائے کہ نہ ایک کے مفاد و مضار دوسرے حصوں سے اوجھل ہو سکیں اور نہ بیگانہ و بے تعلق رہ سکیں' بلکہ خدا کی یہ وسیع کائنات مادی اسباب کی ہمہ گیری کی بدولت ایک ''کنبہ'' بن جائے اور انسان کبیر (عالم) کے تمام جوارح (ممالک و امصار) ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو جائیں کہ ایک کا نفع و ضرر دوسروں کے نفع و ضرر پر اثر انداز ہونے لگے' بلکہ قانون فطرت اپنا مظاہرہ کرے اور مادی دنیا کی ہمہ گیر ہم آہنگی کے رونما ہونے سے قبل روحانی پیغام سعادت کو عالمگیر وسعت اور ہمہ گیر عظمت عطا فرمائے۔ چنانچہ عالم اسباب میں فطرت کے عام قانون کی طرح رشد و ہدایت کا جو آغاز پہلے انسان کے ذریعہ ہوا تھا' اس کا انجام اس مقدس ہستی تک پہنچ کر کامل و مکمل ہو گیا جس کا نام ''محمد'' اور ''احمد'' ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) (اور اعلان ہوا کہ) ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً.''

مسئلہ کے اس پہلو کی تعبیر یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں دو زندگیاں توام اور ہم رشتہ نظر آتی ہیں' ایک مادی اور دوسری روحانی' اور خدائے برتر کی ربوبیت کاملہ نے عالم کی ان ہر دو حیات کی رہ گزر کے لئے روشنی کا بھی انتظام کیا ہے تا کہ ان پر عمل پیرا ہوکر زندگی کی ٹھوکروں' لغزشوں اور تاریک راہوں سے محفوظ رہا جا سکے' چنانچہ اسی مقصد کے لئے اس نے مادی دنیا کے لئے آگ کا درخت لگایا: ''افرأیتم النار التی تورون ء انتم انشأتم شجرتها ام نحن المنشئون'' چقماق میں آگ پیدا کی اور تیل کو ذریعہ بنا کر دیئے کو روشنی بخشی: ''یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار'' مگر اس روشنی کو آغاز بھی بخشا اور انجام بھی اور فطری اور مصنوعی دونوں طریقوں سے اس کی ابتدا کو انتہا تک پہنچا کر کامل و مکمل کر دیا کہ اس کے بعد نہ روشنی کی طلب باقی رہے نہ انتظار۔

غرض جو روشنی صنعت کے ہاتھوں دیئے کی شکل میں نمود پذیر ہوئی اور شمع کافوری' لالٹین' روشن گیس اور بجلی کے قمقموں کی شکل میں ترقی کرتی رہی اور جو روشنی براہ راست فطرت کے ہاتھوں چھوٹے سے ستارہ کی صورت میں چمکی اور بڑے بڑے روشن ستاروں اور بدر و قمر کی شکل میں روبہ ترقی نظر آتی رہی' وہ آخر کار ایک ایسی روشنی پر جا کر رک گئی' جس کے بعد کسی روشنی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اور طلب و انتظار کی تمام فرصتیں اس روشنی پر جا کر ختم ہو گئیں' دنیا نے جس کو آفتاب کہہ کر پکارا۔

اسی طرح اس کی رحمت عام اور ربوبیت کامل نے روحانی روشنی کا آغاز پہلے انسان حضرت آدم (علیہ السلام) کے ذریعہ کیا اور مادی دنیا کی وسعتوں کے ساتھ ساتھ اس کو نوح' ہود' صالح' ابراہیم' اسمعیل' اسحٰق' موسیٰ' عیسیٰ (علیہم السلام) جیسے نبیوں اور رسولوں کے

ختم نبوۃ

ذریعہ روحانی ستارے اور قمر و بدر بنا کر وسعت عطا فرمائی اور آہستہ آہستہ ترقی دے کر اس درجہ پر پہنچا دیا کہ مناسب وقت آنے پر وہ روشنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رشد وہدایت کی شکل میں آفتاب روحانیت بن کر سارے عالم پر چھا گئی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن عزیز نے سورۂ قمر میں مادی آفتاب کے لئے ''سراج'' کی تشبیہ دے کر اس کی عالمگیر درخشانی کا ذکر فرمایا تو سورۂ احزاب میں روحانی آفتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ''سراجاً منیراً'' کہہ کر دونوں آفتاب ہائے درخشاں کی ہم آہنگی کا اعلان فرمایا اور مادی و روحانی ہر دو آفتاب عالمتاب کو سراج (چراغ) سے تشبیہ دے کر ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ گو یا روشنیاں اپنی ہمہ گیر وسعت کے لحاظ سے آفتاب کہلانے کی مستحق ہیں' تاہم یہ بات کسی طرح فراموش نہیں ہونی چاہئے کہ یہ انجام اصل کے اعتبار سے اسی آغاز کا کامل و مکمل نمونہ ہے جس کی ابتدائی نمود روحانی اور مادی دیئے (سراج) سے ہوئی اور روحانی وسعت وعظمت کے لحاظ سے بعض کو بعض پر اور ایک کو سب پر فضیلت و برتری حاصل ہوئی مگر اصل اور بنیاد کے پیش نظر سب کی نہاد ایک ہی روشنی ''وحی الٰہی'' سے وابستہ و پیوستہ ہے:

الانبیا اخوۃ من علات
امہاتہم شتی ودینہم واحد

ان ہر دو حقائق کے پیش نظر لانے کے بعد یہ حقیقت بھی لائق توجہ ہے کہ فطرت ہم کو روز و شب یہ تماشا دکھلا رہی ہے کہ اس کارزار حیات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے' وہ زیر و بم' نشیب و فراز' عروج و زوال کے دائرہ میں محدود و محصور ہے یعنی جب کسی امر کے متعلق کہا جائے کہ یہ عروج و کمال کو پہنچ رہا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اب سے قبل اس میں جو کمی تھی وہ پوری ہو رہی ہے اور اسی طرح جب یہ سنا جاتا ہے کہ فلاں شے ابھی ابتدائی درجہ میں ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس کو ابھی بہ حد کمال پہنچنا ہے۔

غرض آغاز اور انجام' ابتدا اور انتہا ان ہی دو نقطوں سے کارزار ہستی کا دائرہ بنتا ہے اور یہی دونوں زوال و عروج' نقص و کمال اور نشیب و فراز کی پرکار بناتے ہیں' پس آدم علیہ السلام نبوت کا آغاز تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا آخری انجام۔

پس جو شخص بھی دلیل یا وجدان کی ہدایت سے یہ تسلیم کرتا ہے کہ کائنات ہست و بود سب کچھ اسی کی مخلوق ہے تو گو یا وہ یہ تسلیم کر لیتا ہے کہ یہ سب نہ ازلی ہیں نہ ابدی بلکہ ان کے لئے آغاز بھی ہے اور انجام بھی' اور اس لئے انسانی تخلیق نے کوئی بھی روپ اختیار کیا ہو بہرحال پہلا انسان اپنے ساتھ ہی مادی و روحانی ہدایت لے کر آیا ہے اور یہی وہ آغاز تھا جس کو ادیان سماوی نے نبوت آدم کے نام سے یاد کیا ہے اور جس کا سلسلہ برابر اس دنیا میں قائم رہا تا آنکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہوا اور ذات قدسی صفات نے بعثت عام کا اعلان فرمایا۔

تو اب اس روحانی رشد و ہدایت یا پیغام الٰہی کے نشو و ارتقاء کے لئے اگر ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم نبوت کو وابستہ نہ سمجھا جائے تب تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہی وقوع پذیر تسلیم کی جا سکتی ہے: ایک یہ کہ سلسلۂ نبوت و رسالت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوا بلکہ اس سے آگے ترقی و تکمیل کی راہ پر گامزن ہے' یہاں تک کہ اس حد کمال تک پہنچ جائے' جس کے بعد کسی تکمیل کی حاجت باقی نہ رہے' دوسری صورت یہ ہے کہ اس سلسلۂ آغاز نے جو ترقی کی راہ اختیار کی ہے' وہ تنزل کی جانب مائل ہو جائے اور یہ پیغام کسی طرح بھی شرمندہ تکمیل نہ ہو سکے' تیسری شکل یہ ہے کہ جو سلسلہ ایک خاص حیثیت میں رو بہ ترقی ہے' وہ جب حد تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر کمال صورت زوال اختیار کر لے یا یوں کہہ دیجئے کہ حد کمال آغاز کی جانب لوٹ جائے اور تحصیل حاصل کا نمونہ پیش کر دے۔

لیکن آخری دو شکلیں غیر معقول بلکہ فطری تقاضے کے خلاف ہیں' پہلی صورت تو اس لئے کہ اس سے خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ اور صفت رحمت و قدرت کا نقص لازم آتا ہے کہ جس مقصد سے اس نے ایک آغاز کیا تھا' اسی مرضی و مشیت کے باوجود اس کو درجہ تکمیل نہ دے سکا۔ تعالی اللہ علواً کبیراً۔

اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو گو یا یہ مان لینا ہوگا کہ کائنات ہست و بود میں نقص' نشیب' زوال' اور ابتداء کے علاوہ کمال' فراز' عروج اور انتہا کا وجود ہی نہیں ہے گو یا دکان فطرت میں عیب کے سوا ہنر کا کوئی سودا موجود ہی نہیں۔ اسی طرح دوسری شکل' اس لئے جب کہ تکمیل ایسی حقیقت کا نام ہے' جس کے بعد اس سلسلہ کی نہ ضرورت باقی رہے' نہ طلب' تو پھر رشد و ہدایت اور پیغام حق جیسی روشن شے کے پایہ تکمیل تک پہنچ جانے کے بعد اس کو ابتدا سے پھر دہرانا بے معنی بات ہے اور تحصیل حاصل و عقل کا کام ہے' نہ حکمت و دانائی کا' چہ جائیکہ ایسے فعل کی نسبت اس ذات کی جانب ہو جس کے لئے کہا گیا ہے: ''ان ربک علیم حکیم.''

پس اگر مؤخر الذکر دونوں صورتیں غیر معقول اور ناقابل توجہ ہیں تو اب پہلی شکل ہی لائق غور رہ جاتی ہے' مگر جب اس کی تحلیل کی جائے تو یہ سوال خود بخود سامنے آ جاتا ہے کہ جب تاریخ ادیان و ملل نے بلکہ واقعات و حقائق نے یہ ثابت کر دیا اور روشن دلائل و براہین سے ثابت کر دیا کہ قرآن عزیز ایک ایسا روحانی قانون' دستور' آئین اور پیغام رشد و ہدایت ہے' جس

ختم نبوۃ

کی نظیر پیش کرنے سے تمام سابقہ ادیان اور موجودہ مدعیان وحی والہام عاجز ودرماندہ رہے ہیں اور ہیں' تو پھر علم وعقل اور حکمت ودانش کا وہ کون سا تقاضا ہے جس کے پیش نظر "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" کا انکار کیا جاسکے؟ اور جو تکمیل کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوچکی' اس کو جھٹلاکر اور تاریخ ادیان کی صاف اور صادق شہادت کا منکر بن کر اس سلسلہ کی آخری کڑی "نبی منتظر" کے لئے چشم براہ ہوا جاسکے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن عزیز نے "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کہہ کر روشن کیا ہے اور جس کی شہادت خود ذات قدسی صفات نے یہ کہہ کردی ہے:

"میری اور دوسرے انبیاً علیہم السلام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اور اس کو مکمل کرلیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس میں قصر نبوت کی وہی اینٹ ہوں جس نے آکر اس قصر کی تکمیل کردی۔"

آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس بات کو مان لینے میں کیا حرج ہے کہ قصر نبوت کی تکمیل آپ ہی کی ذات سے ہوئی' لیکن پھر آپ کے کمال نبوت کے مختلف اطوار واحوال میں سے یہ امتیازی شان بھی منصۂ شہود پر آئی کہ جو شخص بھی جدید نبی یا رسول بنے' اس کا انتساب آپ ہی کے فیض نبوت کے ساتھ وابستہ ہو' یعنی آئندہ بھی نبی اور رسول آتے رہیں مگر وہ مستقل نہ ہوں بلکہ آپ کے ماتحت اور قرآن ہی کے زیر نگیں ہوں لیکن یہ کہنا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ جو بات کہی گئی اس کو خواہ کسی خوبصورت سے خوبصورت عنوان سے کہئے' سب کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے بعد نبی اور رسول کی احتیاج باقی ہے اور اس کے بغیر دین الٰہی اور پیغام ربانی تشنۂ تکمیل ہے' ورنہ تو تکمیل نبوت کے بعد نبی اور رسول کی جگہ خاتم النبیین کے صرف نائب اور جانشین ہونے چاہئیں تاکہ ان کے ذریعہ پیغام کامل اور ہدایت تام کی یاد دہانی ہوتی رہے اور یہی وہ نیابت ووراثت ہے جس کا حق خدمت علماً امت "علماً امتی کانبیاً بنی اسرائیل" اور "العلماء ورثة الانبیا" کے مصداق بن کر ادا کرتے چلے آئے ہیں اور تاقیام حشر ادا کرتے رہیں گے۔

اس اہم مسئلہ کی وضاحت یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ کتاب کائنات کے وہ صفحات جن پر مذاہب وملل کی تاریخ ثبت ہے' شاہد ہیں کہ انقطاع عالم کے درمیان رسل ورسائل اور دیگر وسائل کے مفقود ہونے کی وجہ سے جبکہ فطرت نے رشد وہدایت کے پیغام کو عرصہ مدید تک جغرافیائی حدود میں محدود رکھا اور اس لئے ایک ہی دور میں متعدد مقامات پر متعدد انبیأ ورسل کا ظہور ہوتا رہا اور پھر جب کائنات پر وہ زمانہ پرتو ڈالنے لگا جس کے قریبی عرصہ میں ساری کائنات کے باہم روابط نے ہم آہنگی اور تعارف کی بنیاد ڈال دی اور فطری تقاضا کی بنأ پر روحانی پیغام نے بھی بعثت خاص کی جگہ بعثت عام کی شکل اختیار کرلی اور ایک ایسا پیغام آگیا جو تمام عالم کے لئے یکساں طور پر بیک وقت رشد وہدایت کا آفتاب بن کر درخشاں ہے تو اس کے بعد یا تو یہ ہونا چاہئے کہ وہی پیغام رہتی دنیا تک کے لئے رشد وہدایت کا پیغام بنے اور جس پیغمبر کی معرفت وہ پیغام آیا ہے' اس کی ذات اقدس کو اس پیغام کا مکمل ومتمم مان کر خاتم الانبیأ و رسل تسلیم کیا جائے' ورنہ غور کیا جائے کہ محدود پیغام و دعوت حق کے بعد جب بعثت عام نے ساری کائنات کی رہنمائی کا فرض انجام دے دیا تو اس کے بعد ضرورت وطلب کا کون سا عنوان باقی رہا' جس کی تکمیل کے لئے اس سلسلہ کو پھر بھی جاری رکھا جائے؟ اور یا بعثت خاص کو دہرایا جائے؟ جس کا حاصل عروج سے انحطاط کی شکل میں ظاہر ہو اور یا بعثت عام کی تحصیل حاصل کی غیر معقولیت' معقولیت کی شکل اختیار کرے؟ اور آیت: "وما ارسلناک الا کافة للناس" کی بشارت کو بے حقیقت بنادیا جائے؟

ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام کے بعد ایسی حیثیت سے اس سلسلہ کا اجراء تحصیل حاصل اور غیر معقول اس لئے ہے کہ فطرت کے مادی اور روحانی تقاضے کے خلاف اگر قدرت حق کو یہ منظور تھا کہ پیغام ودعوت اور نظام رشد وہدایت تدریجی طور پر ترقی پذیر نہ ہو اور مادی دنیا کے محدود حالات سے بے نیاز ہوکر انجام پائے تو بلاشبہ آغاز ہی میں وحی الٰہی "بعثت عام" کی شکل اختیار کرتی اور پھر رہتی دنیا تک وہی بروئے کار ہوتی اور یا اس کا سلسلہ کسی تکمیل کا محتاج نہ ہوکر رہتی دنیا تک تجدید کی شکل میں جاری رہتا۔

مگر واقعات اور مشاہدات اس کے خلاف ہیں' اور اول محدود پیغامات کا سلسلہ اور ان کے درمیان ترقی پذیر وسعت کا دائرہ اور پھر دعوت عام کی شکل میں اس ترقی کی انتہا' یہ پوری تدریجی کیفیت صاف بتلارہی ہے کہ فطرت الٰہی نے فیصلہ کرلیا ہے کہ دوسرے امور کی طرح رشد وہدایت الٰہی کا یہ پیغام بھی آغاز کی نمود کے ساتھ آہستہ آہستہ ترقی پذیر اور وسعت گیر ہوتا رہے' تاآنکہ وہ وقت آجائے کہ یہ وسعت عالمگیر دعوت بن کر پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اور یہ سلسلہ اس حد پر پہنچ کر ختم ہوجائے اور آئندہ نبی ورسول کی جگہ نائبین رسول "علماً" تاقیام ساعت اس مکمل قانون دعوت کی روشنی میں تبلیغ حق کا فرض انجام دیتے رہیں تاکہ ایک جانب "وحدت امت" کا وہ نظام' جو بعثت عام اور دعوت عام سے وابستہ ہوچکا ہے' پارہ پارہ نہ ہوسکے اور دوسری

ختم نبوت

جانب حیات عالم کے ساتھ ساتھ اس پیغام حق کا فرض بھی مسلسل ادا ہوتا رہے اور اس طرح خدائے برتر کا یہ اعلان: ”تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا“ جدید نبی منتظر اور رسول مطلوب کے نظریہ کی شکل میں بے روح ہو کر نہ رہ جائے۔

سطور بالا میں انبیاؑ علیہم السلام کے پیغام حق کی وحدت کا تذکرہ آ چکا ہے‘ مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے اور اس سلسلہ کی دلیل روشن کے لئے تمہید و توطیہ بننے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ہم اس خاکدان ہستی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہے کہ ہر کثرت کے لئے کوئی نقطۂ وحدت ضرور ہے‘ چنانچہ افراد کے لئے نوع‘ انواع کے لئے جنس‘ اجناس کے لئے جوہر‘ جواہر کے لئے وجود اور وجودات کے لئے وجود بحت (خالص) محور و مرکز ہے۔ اسی طرح اجسام کے لئے سطح‘ سطحات کے لئے خط اور خطوط کے لئے نقطہ مرکز و مدار ہے‘ نیز اعداد خواہ اپنی کثرت میں کسی حد تک کیوں نہ پہنچ جائیں‘ ان کا محور و مرکز ہر حالت میں ”اکائی“ ہے۔

غرض جب بھی کسی کثرت کا تصور کیجئے‘ اس کے ساتھ وحدت کا تصور لازم و ضروری ہے اور اگر وحدت کو پیش نظر لایئے تو وہ کسی نہ کسی کثرت کے لئے محور و مرکز ہونے کا ضرور پتہ دیتی ہے‘ پس وحدت و کثرت کا یہی رابطہ ہے جس نے حدود عدم سے گزر کر ہست کے ساتھ تعلق پیدا کیا‘ اور اس کو عالم ہست و بود کا نام دیا۔

تو اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر جب ہم سلسلۂ نبوت و رسالت پر نظر ڈالتے ہیں اور سبع سماوات کی طرح سطح عالم پر مختلف ادوار میں ہزاروں سیارگان رشد و ہدایت کو ضوفشاں پاتے ہیں‘ تب مسطورہ بالا حقیقت کی بنیاد پر فطرت تقاضا کرتی ہے کہ اس کثرت کا بھی کوئی نقطۂ وحدت ضرور ہونا چاہئے جو کثرت کے لئے محور و مرکز بن سکے اور جس طرح اکائی کے بعد کثرت کے لئے کوئی اور مبداء و منتہا نہیں ہے اسی طرح انبیاؑ و رسل کے سلسلۂ کثرت کے لئے بھی ایک ہی مبداؑ و منتہا ہونا از بس ضروری ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جو ”ختم نبوت“ کے نام سے موسوم ہے اور اسی کو قرآن حکیم نے اس جوہر حکمت کے ساتھ ادا کیا ہے:

> ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مردوں میں سے کسی کے صلبی باپ نہیں ہیں‘ تاہم وہ خدا کے پیغمبر اور آخر الانبیاؑ ہیں۔“

نبوت ”نبا“ سے ماخوذ ہے‘ جس کے معنی ”خبر دینا“ ہے‘ اور رسالت کے معنی ”پیغام“ ہیں‘ اور اسلام کی اصطلاح میں نبوت و رسالت خدا کی جانب سے ایک منصب ہے جو مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے کسی مخصوص انسان کو عطا ہوتا ہے‘ اور اس کے لائے ہوئے پیغام کو وحی کہتے ہیں کیونکہ یہ پیغام درحقیقت پیغامبر کا اپنا کلام نہیں ہوتا‘ بلکہ خدائے برتر کا فرمان ہوتا ہے جس میں خطا و قصور یا سہو و نسیان کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی:

> ”اس (وحی الٰہی) کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے باطل کا گزر بھی نہیں ہوتا‘ یہ تو اتارنا ہے حکمت والے‘ ہر طرح قابل ستائش والے کی جانب سے (یعنی خدا کی جانب سے)۔“ (سورۂ حم سجدہ)

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب خدائے برحق کسی شخصیت کو نبوت و رسالت یعنی پیغام حق سے سرفراز کر دیتا ہے تو تمام انسانوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک خدا کے فرمان ”وحی الٰہی“ کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دیں‘ وہ شخصیت کی صداقت اور خدا کی جانب سے اس کے دعوئ وحی کی حقانیت کا تو ہر حیثیت سے حق رکھتے ہیں لیکن اگر اس کے دونوں دعووں کی تصدیق و تائید عقل کی راہ سے دلائل و براہین کے ساتھ ہو جائے اور کسوٹی پر اس کی صداقت بے لوث اور صاف روشن ہو جائے‘ تب اس کے دیئے ہوئے پیغام خدا کو ماننے نہ ماننے‘ میں وہ آزاد نہیں رہ سکتے اور بلاشبہ اس کے پیغام کو پیغام حق سمجھ کر قبول کر لینا اور اس کے سامنے سر نیاز جھکا دینا فرض اولین ہے‘ ہاں! چونکہ وہ پیغام کسی بڑے سے بڑے عاقل و فرزانہ انسان کا پیغام نہیں بلکہ ”پیغام الٰہی“ ہے‘ اس لئے وہ خود یہ ضروری سمجھتا ہے کہ جو کچھ کہے‘ عقل کی کنج و کاوش سے خواہ کتنا ہی بالاتر ہو لیکن عقل کی نگاہ میں اور دلائل و براہین کے ترازو میں ناممکن اور محال نہ ہو کیونکہ فطرت اور عقل کے درمیان بیر نہیں ہے بلکہ عقل‘ فطرت کے قوانین کے سمجھنے اور سمجھ کر قبول کرنے کے لئے بہترین ذریعہ اور آلہ ہے اور وحی الٰہی درحقیقت فطرت کے روحانی قوانین کی ترجمان ہے۔

بہرحال کسی نبی یا رسول کے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق جن و بشر اپنی روحانی سعادت اور اخلاق و کردار کی بلندی کے لئے اپنی عقل و دماغ کی اختراع کی بجائے پیغام حق کو رہنما بنائے تاکہ ذی عقل کائنات الٰہی اس راہ میں رقیبانہ تضاد و تصادم سے بے نیاز ہو کر انسانوں کے نہیں بلکہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا کے قوانین پر عمل پیرا ہو کر اجتماعی وحدت‘ عالمگیر اخوت و مساوات کی قدروں کو حاصل کر سکیں اور ایک دوسرے کا حاکم و محکوم اور آقا و غلام بننے کے بجائے سب ہی یکساں طور پر صرف اپنے پیدا کرنے والے ہی کے محکوم و غلام بن جائیں۔ (جاری ہے)

ختم نبوۃ

رحمت الٰہی کی ایک شکل

رحمت الٰہی کی مختلف شکلیں:

دراصل دنیا میں جتنی بھی پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں' یہ اللہ کی طرف سے آ رہی ہیں' بظاہر نقصان نظر آتا ہے' لیکن درحقیقت اسی میں ہمارا فائدہ ہے' اس کائنات کا کوئی ذرہ اللہ کی مشیت کے بغیر حرکت نہیں کرتا اور کوئی بھی حرکت حکمت کے بغیر نہیں ہوتی' اگر اللہ تعالیٰ دیکھنے والی آنکھ عطا فرما دے تو معلوم ہوگا کہ یہ مصائب بھی درحقیقت اللہ کی رحمت ہی ہیں' کہیں رحمت الٰہی ہنسا کر آتی ہے اور کہیں رلا کر آتی ہے' کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت راحت کی شکل میں آتی ہے اور کبھی تکلیف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے' ہمیں کیا معلوم کہ اس تکلیف میں اللہ نے ہمارے لئے کتنا اجر مخفی رکھا ہے؟ دنیا میں چند روزہ تکالیف تو سب کو نظر آتی ہے' مگر ان پر صبر کرنے کے عوض جو سرمدی خوشیاں' دائمی مسرتیں اور ہمیشہ ہمیشہ کا سکون چھپا ہوا ہے' وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ جب اللہ کی طرف سے آخرت میں مصائب پر صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ اور اجر دیا جائے گا تو اس وقت لوگ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہماری کھالیں قینچی سے کاٹی جاتیں اور ہم اس پر صبر کرتے اور اجر کے مستحق بنتے' کوئی چھوٹی بڑی تکلیف ایسی نہیں جس پر اللہ کی طرف سے اجر نہ ملتا ہو' دراصل ہر تکلیف نعمت ہے' چونکہ ہم کمزور اور جلد باز ہیں' اس لئے ہم تکلیف کا پہلو دیکھتے ہیں' اور نعمت کے پہلو کو بھلا بیٹھتے ہیں۔

بیماری بھی نعمت ہے:

حضرت تھانویؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحبؒ یہی مضمون بیان فرما رہے تھے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں جو حقیقت میں نعمت نہ ہو۔ اسی دوران دیکھا کہ مجلس میں ایک کوڑھی شخص آیا'

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

جس کے ہاتھ پاؤں جذام کی وجہ سے گل سڑ کر جھڑ رہے تھے' ایسی تکلیف دہ حالت میں آیا اور کہنے لگا: حضرت حاجی صاحبؒ میرے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت اور تکلیف سے نجات عطا فرمائے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ہم سب اس سوچ میں پڑ گئے اور اپنے کانوں کو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف متوجہ کر لیا کہ کیا جواب ارشاد ہوتا ہے؟ اس لئے کہ ابھی تو حضرت حاجی صاحبؒ یہ فرما رہے تھے کہ ہر مصیبت نعمت ہے' اور بیماری بھی ایک نعمت ہے' اب اگر یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی بیماری کو دور کر دے' تو گویا یہ زوال نعمت کی دعا کر رہے ہیں' ان ہی سوالوں اور تجسس کے ساتھ حضرت حاجی صاحبؒ کے جواب کے منتظر تھے' حضرت حاجی صاحبؒ نے عجیب الفاظ میں دعا فرمائی اور سب سے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر اس کوڑھی کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ! یہ تکلیف اور بیماری حقیقت میں تو نعمت ہے' لیکن ہم بہت کمزور اور لاغر ہیں' اس نعمت کو برداشت نہیں کر سکتے' لہٰذا اے اللہ! اس بیماری کی نعمت کو صحت کی نعمت میں تبدیل فرما دیں۔ اب ذہن میں ایک اور شبہ ہوتا ہے کہ مصیبت اتنی بڑی نعمت ہے تو اس سے محرومی کیوں؟ لہٰذا سب مل کر اللہ سے مصیبت کو مانگیں؟ اسی شبہ کا ازالہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصیبت کو طلب نہ کرو' اس لئے کہ مصیبت کا مانگنا آ جائے تو شکوہ شکایت نہ ہو بلکہ یہ کہو کہ اے اللہ میں کمزور ہوں' یہ مصیبت میری طاقت سے باہر ہے' اس لئے اسے دور فرما دیں' لیکن جب تک یہ مصیبت رہے تو یہ سمجھتے رہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

تین قسم کے حالات:

اگر یوں کہا جائے کہ دنیا میں کوئی دکھ' پریشانی' رنج اور خوف نہیں ہو سکتا تو یہ ناممکن ہے'

اس لئے کہ عالم کل تین ہیں:

۱:...... جنت: جو عالم راحت ہے' وہاں کوئی رنج وغم نہیں ہوگا۔

۲:...... جہنم: جو عالم مصیبت ہے' جہاں کوئی راحت نہیں ہوگی۔

۳: دنیا: جہاں راحت بھی ہے اور رنج بھی' صدمہ بھی ہے اور مسرت بھی' آنسو بھی ہیں اور خوشی بھی۔

لہٰذا اب اگر کوئی چاہے کہ مجھے صرف خوشیاں ہی خوشیاں ملیں تو اس دنیا میں یہ ناممکن ہے' کیونکہ کسی انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ صرف خوشیوں کو سمیٹ لے اور مصائب کو جھاڑ پھینکے' دوسری بات یہ ہے کہ اگر مصائب اور صدمے نہ آئیں تو انسان بندہ نہ رہے' بلکہ فرعون اور ہامان بن کر زندگی گزارے' خدا کا بندہ بننے کے بجائے بندوں کا خدا بن بیٹھے' صدمے اور مصیبت کا نقد فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہوجاتا ہے' جب بھی مصیبت آتی ہے' چاہے وقتی طور پر ہو' انسان فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی کہ ایک لمحہ کے لئے ہی سہی مگر اللہ سے تعلق قائم کرنے کا موقع تو ہاتھ آگیا' اور بندے نے اپنے اللہ کی عظمت کو دل میں بسالیا' چنانچہ جتنی مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اے اللہ! مصیبت بہت بڑی ہے' ناقابل برداشت ہے' آپ برداشت کی قوت دیں' تو ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوگا' کیا تعلق مع اللہ کوئی معمولی چیز ہے؟! اگر چہ اسے بڑی چیز نہ سمجھیں' لیکن درحقیقت تعلق مع اللہ ہفت اقلیم کی سلطنت سے زیادہ قیمتی شے ہے' یہ نعمت جو صدیوں کے مجاہدوں سے حاصل نہیں ہوتی' وہ ان تکالیف اور مصائب کی وجہ سے پل بھر میں حاصل ہوجاتی ہے۔

نفس ایک کاغذ کی مانند ہے:

بزرگوں نے ایک بات بڑے کام کی بتائی کہ دنیا میں اللہ کے احکاموں کے مطابق زندگی گزارنا مجاہدے کے بغیر ناممکن ہے' قطب عالم فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بعض اوقات بعض مباحات کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے اور حضرت گنگوہیؒ نے اسے ایک مثال سے سمجھایا کہ ایک کاغذ کو موڑ دیں' پھر اسے سیدھا کرنا چاہیں تو وہ بالکل سیدھا نہیں ہوگا' اس لئے کہ اس میں ایک سلوٹ پڑ چکی ہے اور اسے سیدھا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے الٹی طرف موڑ دیا جائے کیونکہ الٹی طرف موڑنے سے کاغذ سیدھا ہوجائے گا' بالکل یہی حال مجاہدے کا ہے کہ نفس انسانی گناہوں کا خوگر اور عادی بن چکا ہے' اسے سیدھے رخ پر لانا چاہیں تو وہ نہیں آتا' لہٰذا اسے سیدھا کرنے کے لئے الٹے رخ پر موڑنا پڑے گا' اب اس سے کچھ جائز کام بھی چھڑانے پڑیں گے' جب اس سے کھانا' پینا' اور جائز خواہشات کی تکمیل چھڑائی جائے گی تو انشاء اللہ الٹا مڑنے سے خودبخود سیدھا ہوجائے گا' لہٰذا نفس کے سرکش گھوڑے کو قابو کرنے کے لئے مجاہدہ بہت ضروری ہے' لیکن بعض اوقات اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے آدمی مجاہدہ نہیں کرنا چاہتا اور اگر کرنا بھی چاہے تو نہیں کرپائے' جیسے ہم لوگ آج کل مجاہدے اور ریاضتیں نہیں کرسکتے' لیکن یاد رکھیں! یہ مصائب غیر اختیاری مجاہدے ہوتے ہیں' ہم نے اپنے نفس کو گناہوں کی طرف موڑ رکھا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس غیر اختیار مجاہدے کے ذریعے اپنی طرف موڑ دیا تاکہ گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے' بعض اوقات اس غیر اختیاری مجاہدے کے ذریعہ باطنی طور پر اتنی زیادہ ترقی ہوتی ہے جو اختیاری مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

مصائب پر صبر کریں:

یہ مصائب دراصل ہماری روح کے فاسد مادے ہوتے ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ روحانی آپریشن کے ذریعہ صاف کرتے ہیں۔

انسان خواہ لاکھ چیخے چلائے' لیکن اللہ تعالیٰ روحانی ترقی کے لئے اپنی ذات کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں' اسی لئے فرمایا گیا کہ بخار آوے تو سمجھو کہ گناہ معاف ہورہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ جب کسی بیمار کے پاس خصوصاً کسی بخار والے کے پاس جاؤ تو کہو: ''لاباس طهورٌ انشاء الله'' (کوئی حرج نہیں' انشاء اللہ یہ بیماری تمہارے لئے پاکی کا ذریعہ ہوگی)۔ یعنی یہ بخار گناہوں اور گندگیوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے' اسے مصیبت یا پریشانی سمجھ کر اپنے اوپر طاری نہ کرلینا' دنیا میں جتنے بھی خلاف طبیعت امور پیش آئیں تو سمجھیں کہ یہ سب غیر اختیاری مجاہدات ہیں' لیکن زندگی میں کبھی بھی مصائب کو طلب نہ کریں' آجائیں تو اضافہ نہ چاہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ سے ان کا ازالہ طلب کریں اور اس بات کا یقین بھی ہو کہ ان مصائب میں میری دنیا و آخرت کا نفع پوشیدہ ہے' اسی کا نام صبر ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ انعامات کی

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

بارش فرماتے ہیں' اس بات کا تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ مصائب میں صبر کرنے سے اس مصیبت کے دور ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے تعلق میں کتنا اضافہ ہوتا ہے؟ اور یہی چیز اس بات کی علامت بھی ہے کہ آیا یہ مصیبت اللہ کی طرف سے رحمت ہے؟ یا اس کی طرف سے عذاب ہے؟ اس لئے کہ بعض اوقات مصائب رحمت ہوتے ہیں' جب کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے عذاب رحمت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں' جس مصیبت میں اللہ کی طرف رجوع کی توفیق میسر ہو جائے اور اللہ کی قدرت اور مشیت پر راضی بھی ہو تو سمجھ لیں کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے اور اگر کسی مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ ہو یا اللہ کی طرف سے رجوع میں کمی ہو جائے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ یہ تکلیف وبال اور مصیبت ہے۔

صبر ایوب علیہ السلام:

انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا نمونہ عملی رکھا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام پر کیسی خطرناک بیماری مسلط کر دی گئی کہ تمام چاہنے والے اعزاء و اقارب نے ساتھ چھوڑ دیا' ایسے وقت میں شیطان آ کر بہکاتا ہے کہ ایوب! یہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب ہے' جواباً حضرت ایوب علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ نہیں! یہ بیماری عذاب نہیں بلکہ رحمت ہے' اس لئے کہ اس حالت میں بھی مجھے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے کی نہیں بلکہ اسے پکارنے کی توفیق مل رہی ہے۔

''اے اللہ! اس بیماری نے مجھے پریشان کر دیا ہے' آپ رحم کرنے والے ہیں' مجھ پر فرمایئے۔'' (سورۂ انبیاء:۸۳)

مصائب میں دعا نہ چھوڑیں:

اسی لئے بزرگوں نے تجویز فرمایا ہے کہ بیماری یا تکلیف میں اپنے معمولات کو بالکل ترک کرنے کے بجائے کچھ کم کر دینا چاہئے' تعداد میں کمی کر دے یا کیفیت میں کمی کر دے' لیکن مکمل طور پر ترک نہ کرے' اس لئے کہ اگر مکمل طور پر ترک کر دیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ مصیبت باعث وبال نہ بن جائے' بعض اوقات لوگ کہہ دیتے ہیں کہ دعا کرتے کرتے تھک گئے لیکن معاملہ جوں کا توں ہے' کوئی فرق نہیں پڑا' یاد رکھیں کہ دعا کرتے کرتے کبھی تھکنا نہیں چاہئے' اس لئے کہ دعا بھی رائیگاں اور بیکار نہیں جاتی' کبھی تو وہی مل جاتا ہے جو طلب کیا تھا اور کبھی اس سے بہتر مل جاتا ہے اور کبھی دنیا میں کچھ نہیں ملتا' بلکہ آخرت میں مل جاتا ہے' اور اگر خدانخواستہ دعا سے تھک کر بیٹھ گئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ تکلیف عذاب میں داخل تھی' یہ خدا کی رحمت نہ تھی' اس بات سے بالکل بے پرواہ ہو کر کہ کیا مل رہا ہے؟ اور کتنا مل رہا ہے؟ بس دعا مانگتے ہی رہیں' مانگنے میں بالکل شرم اور جھجک محسوس نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ! آپ آقا ہیں اور میں بندہ ہوں' آپ دیں گے تب بھی مانگوں گا' نہیں دیں گے تب بھی مانگوں گا' اے میرے مالک! اس در کے سوا کوئی در نہیں ہے' جاؤں تو کہاں جاؤں؟ تیرے سوا کوئی آستانہ دکھائی نہیں دیتا' اپنی پیشانی کو ٹیکوں تو کہاں ٹیکوں؟ اپنے سر کو جھکاؤں تو کہاں جھکاؤں؟ جو بھی اس بات کی عادت بنالیتا ہے کہ مانگتے ہوئے کبھی نہیں تھکتا' خواہ ملے یا نہ ملے' بس مانگتا رہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے وہ مقام عطا فرما دیتے ہیں جو اس کے وہم و گمان سے بھی باہر ہوتا ہے۔

صبر کا خلاصہ:

لہٰذا صبر کا خلاصہ یہ نکلا کہ اظہار تکلیف یعنی رونا وغیرہ صبر کے منافی نہیں' البتہ اللہ کے فیصلے پر شکوہ اور شکایت کرنا بے صبری ہے' اظہار تکلیف بھی ہو اور ازالہ تکلیف' یعنی اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار ہو' کوئی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ نہ ہو: اے اللہ میں کمزور ہوں۔ اس بات کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے کہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں' انسان کو تکلیف کے ازالے کے لئے دعا مانگتے رہنا چاہئے' جس سے انشاء اللہ یہ تکلیف باعث اجر بنے گی' اور اخروی راحت کا ذریعہ بن سکے گی' اور یہ مصائب جس نوعیت کے بھی ہوں چھوٹے ہوں یا بڑے' بیماری ہو یا آزاری' تنگ دستی ہو یا بے روزگاری' خواہ کوئی بھی تکلیف ہو' ہر تکلیف کے بارے میں یہی اصول ہے' جس پر عمل کرنے سے انسان مستحق اجر و ثواب بنتا ہے اور صوفیائے کرام نے اپنی پوری زندگی کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے یہ بات بتائی کہ باطنی ترقی کے لئے صبر کی عبادت جس قدر مفید ہوتی ہے' کوئی دوسری عبادت اس قدر اثر انداز نہیں ہو سکتی' جیسے ایک شاعر نے کہا:

وادیٔ عشق بسے دور و دراز است ولے
طے شود جادہ صد سالہ بآ ہے گاہے

ترجمہ: عشق کی وادی یوں تو بہت دور ہے لیکن کبھی یہ فاصلہ صرف ایک آہ میں طے ہو جاتا ہے۔

باقی صفحہ 26 پر

ختم نبوۃ

تیسری اور آخری قسط

کامیابی کا راستہ

مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ

اولاد کی دینی تعلیم کا نظم کرنا چاہئے:

میرے عزیز و دوستو! اپنی اولادوں کو اللہ کی خاطر' اللہ کی رضا کی خاطر فقیہہ بناؤ' علم دین پڑھاؤ' خود بھی علم دین حاصل کرو' فقیہہ بنو' فقیہہ بنانے کا حاصل یہ ہے کہ اپنے افراد کو اس کے لئے تیار کرنا' اس کے لئے انتظام کرنا' اس کے لئے جدوجہد کرنا' یہی دینی مکاتب و مدارس ہیں کہ ان میں قاعدہ سے کام کرو' اصول کے موافق کام انجام دیا جائے تو انہیں میں سے ایسے لوگ تیار ہوں گے جو اللہ والے ہوں گے' دین کی خدام ہوں گے' ان سے سنت کی روشنی پھیلے گی' یہ مدارس دین کے مراکز ہیں' ان کی دیکھ بھال کرو یہ بھی ذمہ داری ہے' کوئی باغ ہو اور اس باغ میں ہر قسم کے درخت لگے ہوں' اس میں پانی کی کمی ہو جائے' جس سے درخت خشک ہو رہے ہوں تو ایسے موقع پر اس میں پانی کا انتظام کرنا' اس کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہو جاتا ہے' اسی طرح ان مدارس و مکاتب کی دیکھ بھال اور ان کے تعاون کا معاملہ ہے کہ جس کو یہ سعادت ملے تو اس کے لئے یہ بڑے سعادت ہے' اجتماعی سعادت' یا انفرادی سعادت دونوں میں سے جو ملے وہ بڑی چیز ہے' اس کی قدر کرنا چاہئے' اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اس حدیث پاک میں ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فقیہہ بننے اور بنانے کا انتظام کرو خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بنانے کی کوشش کرو' اور مجبوری سے ایسا نہ کرو تو اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر ایسے ادارے قائم کرو جس میں یہ سلسلہ رہے اور اس کے ساتھ تعاون کرو تا کہ اس حکم کی تعمیل ہو سکے جو حدیث میں نے پڑھی تھی' اس کے سلسلے میں جو دوسرا مضمون بیان کرنا تھا وہ پورا ہو گیا۔

کیا آپ اس کے خواہشمند ہوں گے؟

اب جو تیسرا مضمون عرض کرنا ہے' وہ یہ کہ شروع میں ایک حدیث پاک اور بھی پڑھی تھی وہ یہ کہ:

''میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوری ہیں' جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے' وہ کتاب اور سنت رسول اللہ ہے۔''

میرے عزیز و دوستو! ہر بڑا چاہتا ہے کہ میرے چھوٹے فلاح حاصل کریں' کامیابی حاصل اور جو فلاح و کامیابی ملی ہے وہ باقی رہے' ہر شخص چاہتا ہے کہ میرا بیٹا پڑھ جائے' ترقی کر جائے' گھٹے نہیں' جب ہر بڑے کی یہ خواہش ہوتی ہے تو پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں اس کے خواہشمند نہ ہوں گے؟ وہ تو بدرجہ اولی ہوں گے' آپؐ کی شان ہے: ''بالمومنین رؤف الرحیم'' (ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق و مہربان ہیں)

اس لئے آپ نے فرمایا دیکھو میں ایک نصیحت کرتا ہوں' وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے جو تم کو عزت دی مصیبتوں کے بعد جو راحت دی پریشانیوں کے بعد' ذلت کے بعد جو عزت دی' مشقت کے بعد جو راحت دی اس کو اگر باقی رکھنا چاہتے ہوتے و دو باتوں کا اہتمام کرو' جب تک کہ ان دو باتوں کا اہتمام کرو گے کبھی سرگرداں' پریشان نہ ہو گے' کبھی ذلیل و خوار نہ ہو گے' وہ کیا ہیں؟ کتاب اور سنت رسول اللہ ان کو مضبوطی سے پکڑو' ''تمسکتم بھما'' مضبوطی سے' چنگل سے پانچوں انگلیوں سے پکڑو۔

یہی ہماری تباہی کا باعث ہے:

یہ حکم تھا آج اس حدیث پر عمل چھوٹ گیا' اور یہی ہماری تباہی کا باعث ہے' اس حدیث میں فلاح کا بھی راستہ ہے' اور تباہی کا بھی راستہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نے پکڑ تو رکھا ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مگر کسی نے دو انگلیوں سے کسی نے تین انگلیوں سے' پانچوں انگلیوں سے پکڑنے والے' بہت کم ہیں' انہیں کو آج کل اہل اللہ اور خواص کہتے ہیں جو پانچوں انگلیوں سے پکڑنے

ختم نبوۃ

والے ہیں پہلے تو اس طرح کے لوگ سو فیصد ہوتے تھے اور اب سو میں ایک دو ہوتے ہیں۔

قرآن پاک کے حقوق:

اصل چیز ہے' مضبوطی سے پکڑنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو' زیادہ نہیں کتاب اللہ کے چار حق ہیں: (۱) عظمت' (۲) محبت' (۳) احکام کی متابعت (۴) تلاوت مع الصحت۔ یہ چار حق ہیں' آج عظمت کے اندر کمی آ گئی ہے' محبت کے اندر کمی آ گئی ہے' قرآن پاک کی جیسی عظمت اور محبت چاہئے' اس میں کمی ہے' احکام کی متابعت بھی چھوٹ رہی ہے' اور تلاوت مع الصحت کی بہت کمی ہے۔

تجوید کا حکم اور اس کی حقیقت:

قرآن پاک صحیح تلاوت کرنے کا حکم ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''ترتیل سے پڑھو قرآن پاک کو۔'' (سورۃ المزمل:۴)

اور ترتیل کی تفسیر کیا ہے؟ تفسیر اتقان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے:

''حرف کو صحیح ادا کرنا اور وقف کے طریقہ کو پہچاننا۔''

سانس کیسے توڑے؟ کہاں توڑے؟ کیا قاعدہ ہے؟ کوئی ڈرائیور گاڑی لائے اور گاڑی پلیٹ فارم کے آگے نکالے تو غلطی ہے' اور پہلے روکے تو یہ بھی غلطی ہے' اور آدھی آگے اور آدھی پیچھے کھڑی کرے تو بھی غلطی ہے' قاعدے کے اعتبار سے' ایسے ہی سانس کہاں توڑے اس کے طریقے بتلائے ہیں' بیچ میں سانس توڑنا ہے تو کہاں پر توڑے اور کیسے توڑے پھر یہ کہاں سے شروع کرے؟ اس کے اصول بتلائے گئے ہیں' اس کی خلاف ورزی کرنے سے قرآن پاک کے الفاظ اور معنی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

الفاظ کی کتنی اہمیت ہے:

حروف کی اہمیت کتنی ہے؟ بہت مختصر عرض کر رہا ہوں' آپ کسی مدرسہ میں جائیں اور کہیں کہ وقت تھوڑا ہے' اس لئے امتحان مختصر ہوگا اور طلبا سے کہیں کہ لکھو قمر کو مال دو' اب ایک طالب علم لکھ رہا ہے کہ کمرک ول دو' اس طالب علم کو کوئی نمبر دو گے؟ نہیں' فیل کر دو گے' کیوں اس لئے کہ یہی امتحانی چیز ہے' اس میں غلطی کی ہے' ایک تو قمر میں ''ق'' کی غلطی کی ہے کہ ''ق'' کی جگہ ''ک'' لکھ دیا' دوسرے مال میں کھڑے پڑے کی غلطی کی ہے کہ مال کو ول لکھ دیا' جب اردو کے اندر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف بدلیں' کھڑے کی جگہ پڑا کر دیں تو تو فیل کر دیں گے' کیوں صاحب قرآن پاک میں ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف پڑھیں' کھڑے کی جگہ پڑا پڑھ دیں اور یہ توقع رکھیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں گی یہ کہاں کی عقلمندی اور کہاں کا انصاف ہے؟ یہ لحن جلی کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

قرآن تجوید کے خلاف پڑھنے کا شرعی حکم:

علماء نے کتابوں میں لکھا ہے' جمال القرآن میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ' نے لکھا ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا پڑھ دیا' جیسے ''الحمد'' کی جگہ ''الہمد'' پڑھ دیا' یا ''ث'' کی جگہ ''س'' پڑھ دیا' یا ''ض'' کی جگہ ''د'' یا ''ظ'' پڑھ دی' یا ''ظ'' کی جگہ ''ز'' پڑھ دی یا ''ع'' کی جگہ ''ء'' پڑھ دیا یا کسی حرف کو بڑھا دیا' جیسے الحمد للہ میں دال کے پیش کو اور ''د'' کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا الحمدُو للٰہی یا کسی حرف کو گھٹا دیا جیسے لَمْ یُوْلَدْ میں واؤ کو ظاہر نہ کیا اور اس طرح پڑھا لَمْ یُلَدْ یا زبر زیر پیش جزم میں ایک دوسرے کی جگہ پڑھ دیا' جیسے ''اِیَّاکَ'' کے کاف کا زیر پڑھ دیا میں یا ''اِھْدِنَا'' میں ''د'' سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اَھدِنَا یا اَنْعَمْتَ کی میم پر اس طرح حرکت پڑھ دی' انعمت یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو ''لحن جلی'' کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ (جمال القرآن)

کھڑے کو پڑا پڑھنے کی میں مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ انگلی ہے کھڑی ہے' اس کو کوئی پڑا کر دے تو کیا یہ گوارا ہے؟ اور کسی کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے' ایسے ہی قرآن پاک میں کوئی کھڑے کو پڑا کر دے تو کیا یہ جائز ہے؟ ایسے ہی کوئی پڑے کو کھڑا کر دے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے کان پکڑ کر نیچے کھینچ دینا ایک پہلوان نیچے سے کھینچے اور ایک اوپر سے کھینچے' بڑھ جائے گا کان کہ نہیں؟ گوارہ کرو گے؟ اسی طرح قرآن میں پڑے کو کھڑا پڑھ دو تو کیا یہ جائز ہوگا؟ جیسے ایک شخص ایک جگہ ایک امام ہو اور سورۃ ناس میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاس کی جگہ مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنِّس پڑھے تو بولو بھائی کیا اس کو امام رکھو گے یا سبکدوش کر دو گے؟

قرآن پاک کا معلم اعلیٰ درجہ کا ہونا چاہئے:

آج ذرا سے کام کے لئے آدمی رکھا جاتا ہے' مثال کے طور پر بیت الخلاء کی چھت ہی ڈلوانی ہے تو معلوم کریں گے کہ معمار ٹھیک ہے' ماہر ہے یا نہیں ہے؟ اگر چھت ڈالنے میں گڑ بڑی ہو جائے تو

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوت

کہتے ہیں کہ کیسے الٹی چھت ڈال دی ہے کہ کوئی استنجاء میں مشغول ہو اور چھت گر جائے تو کیا حشر ہوگا؟ بیت الخلاء کی چھت بنانے والا تو بڑھیا ہونا چاہئے' قرآن پاک کی تعلیم اور اذان دینے کا نمبر آیا تو سستا ہووے' کبھی اس کے لئے بھی ایسی فکر رکھتے ہیں کیوں صاحب چشمہ بڑھیا ہو' ڈاکٹر بڑھیا ہو' داماد بڑھیا ہو' وکیل بڑھیا ہو' بیوی بڑھیا ہو' کام بڑھیا ہو' دکان بڑھیا ہو' پان بڑھیا ہو' مگر اذان دینے والا' قرآن پاک پڑھانے والا سستا ہو' اللہ اکبر! یہاں بڑھیا ہونے کی فکر نہیں' جبھی تو آج صحیح قرآن پاک کی تلاوت نادر ہوگئی ہے' تلاوت قرآن پاک تو ہے مگر صحیح تلاوت قرآن پاک کہ جس کی اہمیت ہے' اس میں کمی ہوگئی ہے۔

قرآن پاک کی عظمت میں کمی ہو رہی ہے:

میرے عزیزو دوستو! قرآن پاک کے بارے میں ایک اور حق بیان کرتا ہوں وہ ہے' عظمت اس کی کمی ہے' آنکھ میں تکلیف ہو جائے تو ہر ڈاکٹر کو دکھلاؤ گے؟ معمولی ڈاکٹر کو دکھلاؤ گے؟ نہیں' ماہر ڈاکٹر کو دکھلاؤ گے' قلب میں تکلیف ہو تو یہاں نہیں دکھلاؤ گے' بلکہ لکھنؤ جاؤ گے اور جب قرآن پاک کی تعلیم کا نمبر آتا ہے تو اس کے لئے پڑھانے والا سستا ہونا چاہئے' یہاں پر ماہر کی قید نہیں ہے' اس کی فکر نہیں ہے' معلوم ہوا کہ جیسی عظمت ہونا چاہئے ویسی نہیں ہے' گھڑی کی عظمت ہے' گھڑی کی قیمت ہے کہ ہر گھڑی ساز کو نہیں دکھلائیں گے' مکہ مکرمہ کی لائی ہوئی گھڑی ہر گھڑی ساز کو نہیں دکھلائیں گے اس کے لئے اعلیٰ درجہ کا گھڑی ساز ہو اور جب قرآن پاک کا نمبر آتا ہے تو سستا ہونا چاہئے' سستا روئے بار بار مہنگا روئے ایک بار اور قرآن پاک کا ایک حق ہے' احکام کی متابعت اور اس کی پابندی اس کی سلسلے میں تو مختصر بیان ہو چکا۔

حدیث پاک کے تین حق ہیں:

دوسرا جزو ہے' حدیث پاک اس کے بھی تین حق ہیں' اس کے عظمت ہو' محبت و تیسرا حق احکام کی متابعت' آج سنت کے سلسلے میں بھی بڑی غفلت ہوگئی ہے' یہاں ماشاء اللہ خواص کا مجمع ہے وہ خود غور و فکر کر کے فیصلہ کریں' جب خواص کا یہ حال ہے تو اسی سے عوام کا کیا حال ہوگا' اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ آج ہماری نماز کا معاملہ ہے' نماز پڑھتے ہیں' لیکن سنت کے موافق نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ نماز کی سنتوں کا علم کتنا ہے؟ وضو کی سنتیں کتنی ہیں؟ بتانے والے مشکل سے ملیں گے' طلباء کے علاوہ کیونکہ انہوں نے تو یاد کر لی ہوں گی' اس وقت جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ مجھے نماز کی سنتیں بتلائیں' کھڑے ہو کر تو دس روپیہ ابھی فوراً ہدیہ پیش کروں گا' ابھی پیش کروں گا' بتلاؤ بھائی تم کھڑے ہو جاؤ نماز کی سنتیں بتلاؤ' کوئی نہیں کھڑا ہوتا ہے' دس روپیہ کا انعام ہے' اگر تھوڑا ہو تو اور زیادہ پیش کروں' یہاں کے کوئی صاحب اگر اعلان کریں اسی قسم کا ہمارے یہاں ہر دوئی میں تو انشاء اللہ بہت سے انعام لینے والے ہوں گے' اب ذرا اسی سے اندازہ کر لو کہ جب نماز کی سنتیں یاد نہیں ہیں تو وضو کی سنتیں کیسے یاد ہوں گی؟ ختنہ اور عقیقہ کی سنتیں کیسے معلوم ہوں گی؟ غسل وغیرہ کی سنتیں کیسے یاد ہوں گی؟ اور اذان و اقامت کی سنتیں کیسے یاد ہوں گے؟ شادی اور غمی کی سنتیں کیسے یاد ہوں گے؟ ان پر کیسے عمل ہوگا؟ جب مسجد کے اندر سنتیں زندہ نہیں ہیں تو پھر گھروں اور بازاروں میں کیسے زندہ ہوں گی؟ سوچنے کی بات ہے میرے عزیز و دوستو فکر کی بات ہے' کوئی مشکل چیز نہیں ہے' فکر کی ضرورت ہے۔

اپنی کوتاہی پر نظر ہونا چاہئے:

اس وقت ایک لطیفہ یاد آ گیا' عبرت و نصیحت کے لئے وہ یہ کہ ایک مرتبہ حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس دو معمر حضرات بھی بیٹھے ہوئے تھے' مغرب کے بعد کا وقت تھا لوگ طواف کر رہے تھے' تو یہ حضرات طوف کرنے والوں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ دیکھو یہ بھاگ رہا ہے' یہ غلطی کر رہا ہے' اس کی قسم میں بھی پاس بیٹھا ہوا تھا' میں نے کہا کہ کچھ میں بھی عرض کر دوں؟ کہنے لگے کہ کہئے میں نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئیں ہیں؟ یہ سب جب پوچھ چکا تو میں نے کہا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ کہنے لگے پچپن سال' پھر میں نے پوچھا کہ نماز کس عمر سے پڑھنا شروع کی ہے؟ کہنے لگے کہ الحمدللہ پندرہ سال کی عمر سے جب سے بالغ ہوا ہوں' برابر پڑھ رہا ہوں' گھر میں دینی ماحول ہے اس کی وجہ سے پابندی شروع سے ہی کر رہا ہوں۔ ان کے اس جواب سے ماشاء اللہ بہت دل خوش ہوا' میں نے کہا ذرا نماز کی سنتیں سنائیے' دو چار سنتیں سنانے کے بعد اب خاموش' دوسرے صاحب جو ان سے زیادہ عمر کے تھے ان سے کہا کہ آپ کچھ سنائیں وہ بھی خاموش' تو میں نے کہا کہ چالیس سال سے آپ نماز پڑھ رہے ہیں مگر آپ کو نماز کی سنتیں بھی نہیں یاد ہیں تو ان طواف کرنے والے بیچاروں پر کیا اعتراض کرتے ہیں جو پہلی

مرتبہ طواف کرنے آئے ہوئے ہیں' پہلی بار آئے ہیں' اگر طواف میں غلطی کر رہے ہیں تو ذہن میں رکھو' اگر کوئی غلطی کر رہا ہے تو اس کو نگاہ میں رکھو بعد میں اس کو بتلا دو' حرم شرمندہ ہوئے اور ان کو اپنی غلطی وکوتاہی کا احساس ہوا' بات یہ ہے کہ آج ہم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرتے ہیں' نماز دیکھا دیکھی پڑھتے ہیں' اسی طرح اور بھی بہت سارے کام ہیں کہ ہیں تو وہ دین کے کام' اور ان کو دینی کام سمجھ کر ثواب کی نیت سے کرتے بھی ہیں' لیکن دوسروں کی نقل اور دیکھا دیکھی' نہ تو ہم کتاب سے عمل ملاتے ہیں اور نہ جاننے والوں سے پوچھتے اور تحقیق کرتے ہیں' یہ غلطی کی بات ہے' عمل کو کتاب سے ملاؤ یا جو لوگ جاننے والے ہیں ان سے معلوم کرو اور دریافت کرو تاکہ وہ کام صحیح ہو۔

ایک منٹ کا مدرسہ:

ہم کام تو کرتے ہیں' اس میں کسی نہ کسی کی نقل ہوتی ہے' لیکن اگر ہم اس کام کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق کریں تو کیا ہی کہنا؟ اور اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو یہ کہ وہ کام ہو جائے گا' اچھے طریقے سے دوسرے یہ کہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا' بس تھوڑی سی فکر اور توجہ کی ضرورت ہے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس کے کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ بس اسی کے مطابق معاملہ کیا جائے' ظاہر ہے کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سنتوں کا علم ہو' سنتیں معلوم ہوں' پھر اس پر عمل ہوگا تو اس کے لئے ایک سہل طریقہ ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو رفتہ رفتہ ساری سنتیں معلوم ہو سکتی ہیں' بہت آسان طریقہ ہے' میرے دوستو! اس کے لئے زیادہ سے زیادہ کتنا وقت دے سکتے ہو؟ مجمع سے آواز آئی کہ ایک گھنٹہ' اس پر فرمایا کہ ماشاء اللہ بہت ہمت والے لوگ ہیں' اچھا بھائی ایک گھنٹہ نہیں بلکہ صرف ایک منٹ دیجئے' اس تھوڑے سے وقت میں جو کہ ایک منٹ کا مدرسہ ہے' اس میں انشاء اللہ سب کو سنتیں معلوم ہو جائیں گی وہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی اپنی مسجدوں میں کسی ایک نماز کے بعد جس میں نمازی بھی زیادہ ہوں اور سہولت بھی ہو اس نماز کے بعد روزانہ پانچ مضمون سنانے کا سلسلہ رکھا جائے' نماز کی سورتوں' دعاؤں اور تسبیحات کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ بتایا جائے' ایک ایک سنت بتلائی جائے' پہلے نماز کے متعلق بتلائی جائے اس کے ختم ہونے کے بعد سلسلہ وار دوسری چیزوں کی سنتیں ایک ایک کر کے بتلائی جائیں' بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک ایک گناہ بتایا جائے' گناہ کے نقصانات جو ہیں جن کو حضرت والا حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ نے جزاء الاعمال میں تحریر فرمایا ہے' اس میں سے ایک ایک نقصان کو بتایا جائے' طاعات اور نیکیوں کے فوائد جو ہیں ان کو بھی روزانہ ایک ایک فائدہ سنایا جاوے یہ بھی جزاء الاعمال میں ہیں' ان پانچ باتوں میں زیادہ وقت نہیں لگتا ایک منٹ میں سب ہو جائے گا۔

حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں:

اپنے یہاں مساجد میں یہ سلسلہ قائم کیا جائے اور اساتذہ کرام اپنے اپنے مدرسوں میں بچوں کو یہ باتیں بتلائیں اور یاد کرائیں' پھر یہ کہ مسجد میں بڑے لوگ مدرسہ میں بچے جو باتیں سنیں وہ اپنے اپنے گھروں میں عورتوں اور لڑکیوں کو بتلائیں تو اس سے سنتوں کی اشاعت ہوگی اور سنتیں زندہ ہوں گی اور سب کو معلوم ہو جائیں گی جب سیکھنے سکھانے کا یہ سلسلہ قائم ہو جائے گا' ادھر مکاتب کے ذریعہ ادھر مساجد کے ذریعہ تو گندگیاں خود بخود نکلیں گی' ظلمت اور تاریکی ختم ہوگی جب عمدہ صاف پانی' پاک پانی پہنچتا ہے تو گندگی وغیرہ سب ختم ہو جاتی ہے' روشنی پہنچتی ہے اندھیرا خود بخود ختم ہو جاتا ہے' اس لئے سنتوں کا اہتمام کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کریں گے تو محبوبیت حاصل ہوگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہیں جب محبوب کی نقل کرو گے تو خود بھی محبوب بن جاؤ گے:

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لیکر آیا ہوں

جب سنت کی نقل کریں گے تو اس کے برکات حاصل ہوں گے۔

قرآن وسنت پر عمل کا فائدہ:

اس زمانہ کے اندر جو لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں' ان کو کیسی محبوبیت ہے؟ جنہیں ہم آپ اکابر علماء کہتے ہیں جنہیں مشائخ کہتے ہیں' وہی تو لوگ ہیں جو اس پر عمل کرنے والے ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر' پہلے سو فیصد مومن کی یہ حالت ہوتی تھی جس کی وجہ سے وہ کتنے محبوب اور کتنے معزز ہوتے تھے' اب بھی اگر چاہتے ہو تو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑ لو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے محبوبیت عطا فرمائے گا اور دنیا وآخرت کی عزت نصیب فرمائے گا' آپ حضرات کی برکت سے اتنی دیر تک بیان ہو گیا' بات پوری ہوگئی میں اب اپنے بیان کو ختم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور کہنے سننے والوں کو راہ راست پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ختم شد)

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوۃ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

عرصہ سے ایک تمنا دل میں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے حالات عوام الناس کے سامنے دلکش' سادہ اور سہل انداز سے پیش کئے جاویں' اور سلسلہ تادیر جاری رہے' اب اللہ رب العزت کے بھروسہ پر اس کو شروع کر رہا ہوں' اور دعا کرتا ہوں: ''رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر'' (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں' ان میں تم جس کی اقتدار کروگے ہدایت یاب ہو جاؤگے) آج دنیا افراد کی زندگیوں کے خاکے پیش کر رہی ہے' مگر ان زندگیوں کا مطالعہ ہمارے اندر کن تاثرات کو پیدا کر رہا ہے؟

یہ کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہے' جب لوگ اسٹالن اور لینن' برنارڈ شا اور میکالے کی سوانح حیات کو عام کرنے میں لگے ہوئے ہیں' ضرورت ہے کہ ہم دنیا کو ان مقدس ہستیوں کے حالات سے روشناس کرائیں' جن کے پاکیزہ اخلاق' سیرت اور کردار ہمیں ہدایت کے راستوں پر گامزن ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں بعض اوصاف مشترک تھے اور ایک امتیازی وصف مشترک ان کا تھا دنیا سے بے نیازی' بعض کوتاہ بیں اور تاریخ سے جاہل کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاس دنیا تھی ہی کب جو وہ اس پر مفتوں ہوتے' اس کے والہ وشیدا بنتے' طلبائے زمانہ کے اس اعتراض کا جواب مضمون مندرجہ ذیل میں دیا گیا ہے' فیضان نبوی نے ان کو شاعر کے اس شعر کا مصداق بنا دیا تھا:

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت
غرق ہے آب میں پر تر ہیں صلا گوہر

اس مبارک سلسلہ کی ابتداء حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ذکر سے کرتا ہوں۔

یوں تو ہر صحابی کی زندگی ہر مرد مسلم کے لئے مشعل راہ ہے' لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی زندگی موجودہ دور کے خدا فراموش سرمایہ دار

رفیق احمد

مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ عبرت ہے' عام طور پر مشہور ہے کہ دولت کی فراوانی انسان کو اپنے رب سے غافل کر دیتی ہے' اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کا اظہار فرمایا' مگر ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا: ''نعم المال الرجل الصالح'' (مال کتنی اچھی ہے' ایک مرد صالح کے لئے) اگر انسان کی ذات میں صالحیت ہو تو اس کا اظہار اس کے مال میں بھی ہوتا ہے' اور اگر انسان اس جوہر سے خالی ہے تو اس کا مال' اس کی ذات کے لئے اور عام انسانوں کے لئے پریشان کن ثابت ہوتا ہے اور یہ انسان اس سے بجائے کامیابی حاصل کرنے کے دنیا اور آخرت میں ناکامی و نامرادی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ زہری خاندان میں پیدا ہوئے' والدہ ماجدہ کا نام شفا تھا' عین عالم شباب میں دولت ایمان سے مالا مال ہوگئے' سابقون الاولون میں سے ہیں' ان کا اسلام حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعوت کا مرہون منت ہے۔

یہ دور اسلام کا وہ دور ہے کہ کسی انسان کا دعوت اسلام کو قبول کرنا گویا تمام آلام ومصائب زمانہ کو دعوت دینا تھا' اسلام کے اس فرزند جلیل کو بھی ان صبر آزما وادیوں سے گزرنا پڑا' اور یہ ان تمام وادیوں کو مردانہ وار عبور کر گیا' گھر چھوڑا' مال واسباب چھوڑا' اعزہ واقارب کو خیر باد کہا اور سب کچھ چھوڑ کر مئے اسلام کا مست و بے خود رضائے الٰہی کی تلاش میں حبشہ کی طرف چل پڑا' دشمنان اسلام نے جب وہاں بھی ان کو چین سے نہ بیٹھنے دیا' اپنی ریشہ دوانیوں کا جال پھیلایا تو پھر مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی اور پھر تادم آخر مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی میں قیام رہا۔

مدینہ منورہ میں آپ کا سلسلہ مواخات سعد بن الربیع سے قائم کر دیا گیا' سعد بن الربیع مدینہ

ختم نبوۃ

کے سرمایہ داروں میں سے تھے' مگر کیا آج کل کے سرمایہ داروں سے ان کے سرمایہ دولت کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں! ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ قائم کروایا' اور ادھر حضرت سعدؓ کی زبان سے نکلا: عبدالرحمٰن! تم میرے بھائی ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو میرا بھائی بنایا ہے' میری تمام دولت میں سے نصف کے مالک تم ہو' اس کے علاوہ میری دو بیویاں ہیں' اے میرے بھائی! یہ کس طرح ممکن ہے کہ سعدؓ دو بیویوں کے ساتھ راحت و آرام کی زندگی گزارے اور اس کا بھائی تجرد کی زندگی سے دوچار ہو' ایک کو میں طلاق دیئے دیتا ہوں' عدت گزرنے کے بعد اپنے نکاح میں لے آنا' یہ دونوں تمہارے سامنے ہیں' ان میں سے جن کو چاہو انتخاب کرلو؟ کیا آج کا مسلمان اس نوع کا نمونہ بھی پیش کرسکتا ہے؟ جو تعلیم ان کو بارگاہ نبوی سے ملی تھی' اس کو اپنے عمل سے ظاہر کرچکے تھے' حضرت عبدالرحمٰن اپنے دینی بھائی کی اس گفتگو کو حیرت و مسرت سے سن رہے تھے' آخر انہوں نے کیا جواب دیا؟ ان کا جواب نمونہ تھا' غیرت وحمیت کا' بے نیازی کے ساتھ فرمایا: سعدؓ! خدا تمہارے مال و عیال میں برکت عطا فرمائے' عبدالرحمٰن اس میں سے ایک حبہ بھی قبول نہیں کرسکتا' وہ تو تم سے صرف بازار کا راستہ پوچھتا ہے۔ غالباً علامہ اقبال مرحوم نے انہیں اسلاف کے واقعات استغناء سے متاثر ہوکر فرمایا تھا:

تنک بخشی سے استغناء کو پیغام خجالت دے
نہ رہ منت کش شبنم نگوں جام و سبو کرلے

یہاں سے آپ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے' مدینہ کا مرکزی بازار ہے' حضرت عبدالرحمٰن گھی اور پنیر لئے بیچتے پھر رہے ہیں' کاش ہمارے نوجوان اس سے کچھ عبرت حاصل کرتے' آج کے دور میں اس انداز کی تجارت ہمارے لئے عار بن گئی ہے جبکہ ہمارے مقتداء اس میں شرم محسوس کرنا تو درکنار فخر محسوس کرتے ہیں' شرم اس بات میں تھی کہ عبدالرحمٰن کا ہاتھ کس کے سامنے پھیلے' شرم اس میں نہیں کہ سر پر رکھے ہوئے گھی اور پنیر فروخت کریں' تجارت' وہ تجارت جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یوں فرمایا ہو:

'' ایمان دار تاجروں کا حشر نبیوں' صدیقوں' نیکوکار بندوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی یہ محنت و جانکاہی رنگ لائی' اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کا شمار مدینہ کے بڑے تاجروں میں ہونے لگا' تجارت کے علاوہ زراعت بھی فرماتے تھے' غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیر کے طور پر ایک بہت بڑا قطعہ زمین عطا فرمایا تھا' اس کے علاوہ اپنی ذاتی کمائی سے بہت سی جاگیریں خریدیں' اور بڑے اہتمام سے کاشتکاری شروع کی' جرف میں آپ کے کھیتوں کی آبپاشی کے لئے بیس اونٹ تھے' وہ تجارت جو چند پیسوں کے گھی اور پنیر سے شروع ہوئی' کروڑوں روپے کی تجارت پر منتج ہوئی' یہاں تک کہ انتقال کے وقت ایک ہزار اونٹ' سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں ترکہ میں چھوڑیں' اس کے علاوہ جو دولت نقد آپؓ نے بطور میراث چھوڑی' وہ ہمارے یہاں کے حساب سے تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے ہوتی ہے' سونا اس کے علاوہ ہے' بڑے بڑے قصر وایوان اور باغات بھی ترکہ میں چھوڑے۔ (اسد الغابہ جلد۲۳ ص۳۱۷)

دولت کی فراوانی کا یہ حال پڑھ کر شاید کوئی کوتاہ عقل یہ تصور کرے کہ یہ دولت ذاتی آرام و آسائش کے لئے تھی' تو یہ وہی سوچ سکتا ہے جس نے حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کیا ہی نہ ہو اور اگر کیا بھی ہو تو بہت سطحی اور عامیانہ' حضرات صحابہ کرامؓ کی دولتیں جمع ہونے اور تجوریوں کی زینت بننے کے لئے نہ تھیں' وہ قرآن فہم تھے' ان سے بڑھ کر کون قرآن فہمی کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ جبکہ قرآن خود انہیں کے بارے میں نازل ہوا ہو' اس دولت کی خوب حقارت ان کے دلوں میں بیٹھ چکی تھی' عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی انہیں میں سے ایک ممتاز فرد تھے' پوری طرح ان خصوصیات کے حامل' زندگی میں کئی بار ایسے مواقع بھی آئے جب پوری دولت اللہ کے راستہ میں لٹادی' کبھی نصف مال خدا کے راستہ میں خیرات کردیا' جب سورۂ براءت نازل ہوئی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی ہے تو انہیں عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بڑھ کر چار ہزار درہم سرکار دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے' اس کے بعد دو مرتبہ چالیس ہزار دینار دربار نبوت میں پیش کئے' ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو گھوڑے' اونٹ راہ خدا میں پیش کئے' غرض یہ کہ خدا کی دی ہوئی دولت کو اس کے راستہ میں جس حوصلہ سے لٹایا' وہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔

☆☆..........☆☆

ختم نبوۃ

حرام مال کی نحوست

مولانا عبدالواحد

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ (کسی ناجائز طریقہ سے) حرام مال کمائے اور اس میں سے للہ صدقہ قبول ہو' اور اس میں سے خرچ کرے تو اس میں (منجانب اللہ) برکت ہو اور جو شخص حرام مال (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ کے جائے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ہی ہوگا' یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے' یہ حقیقت ہے کہ گندگی گندگی کو نہیں دھو سکتی۔''

(رواہ احمد و کذا فی شرح السنۃ)

تشریح: حدیث کا حاصل اور مدعا یہ ہے کہ حرام مال سے دیا ہوا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور حرام کمائی میں برکت نہیں ہوتی اور جب کوئی آدمی ناجائز وحرام طریقہ سے کمایا ہوا مال مرنے کے بعد وارثوں کے لئے چھوڑ گیا تو وہ آخرت میں اس کے لئے وبال ہی کا باعث ہوگا اس کو حرام کمانے کا بھی گناہ ہوگا اور وارثوں کو حرام کھلانے کا بھی (حالانکہ وارثوں کے لئے حلال مال چھوڑنا) ایک طرح کا صدقہ ہے اور اس پر یقیناً اجر وثواب ملنے والا ہے آگے جو فرمایا گیا ہے: ان اللہ لایمحوا السیی ء بالسیی ء الخ اس میں مال حرام کا صدقہ بول نہ ہونے اور مرنے کے بعد باعث وبال ہونے کا سبب بیان فرمایا گیا ہے' مطلب یہ کہ صدقہ اگر صحیح اور پاک مال سے ہو تو وہ گناہوں کا کفارہ اور مغرب کا وسیلہ بن جاتا ہے لیکن اگر حرام اور ناپاک مال سے صدقہ کیا گیا تو وہ نجس اور ناپاک ہے وہ گناہوں کی گندگی کو دھونے کی اور گناہوں کا کفارہ اور مغرب کا وسیلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا جس طرح گندے اور ناپاک پانی سے ناپاک کپڑا پاک صاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی قبول کرتا ہے اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے' پیغمبروں کے لئے اس کا ارشاد ہے کہ: ''اے پیغمبرو! تم کھاؤ پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح'' اور اہل ایمان کو مخاطب کرکے اس نے فرمایا کہ ''اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)'' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا: ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کرکے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کے دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے' اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشوونما ہوا ہے' تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی؟'' (مسلم)

تشریح: حدیث کا مطلب اور پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مقدس اور پاک ہے اور وہ اسی صدقہ اور اسی نذر و نیاز کو قبول کرتا ہے جو پاک مال سے ہو' آگے فرمایا گیا ہے کہ حرام سے بچنے اور صرف حلال استعمال کرنے کا حکم وہ امر الٰہی ہے جو تمام اہل ایمان کی طرح سب پیغمبروں کو بھی دیا گیا تھا' لہٰذا ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اس حکم الٰہی کی عظمت و اہمیت کو محسوس کرے اور ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہے' اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ حرام مال اتنا خبیث اور ایسا منحوس ہے کہ اگر کوئی آدمی سر سے پاؤں تک درویش اور قابل رحم فقیر بن کے کسی مقدس مقام پر جا کر دعا کرے' لیکن اس کا کھانا پینا اور

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

لباس حرام مال سے ہوتو اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔ (رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان)

یہ بیان کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور بولے بہرے ہو جائیں میرے یہ دونوں کان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے نہ سنا ہو: یعنی میں نے جو کہا یہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گوشت اور وہ جسم جنت میں نہ جا سکے گا جس کی نشوونما حرام مال سے ہوئی ہو اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔

تشریح: اللہ کی پناہ! اس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے' الفاظ حدیث کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ دنیا میں جو شخص حرام کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت کے داخلہ سے محروم رہے گا اور دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اللھم احفظنا

شارحین حدیث نے قرآن و حدیث کے دوسرے نصوص کی روشنی میں اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا آدمی حرام خوری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جا سکے گا' ہاں اگر وہ مومن ہوگا تو حرام کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جا سکے گا اور اگر مرنے سے پہلے اس کو صادق توبہ و استغفار نصیب ہو گیا یا کسی مقبول بندہ نے اس کی مغفرت کی دعا کی اور قبول ہو گئی یا خود رحمت الٰہی نے مغفرت کا فیصلہ فرما دیا تو عذاب کے بغیر بھی بخشا جا سکتا ہے۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے حلال ہے یا حرام' جائز یا ناجائز۔'' (رواہ البخاری)

تشریح: حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کی' اس حدیث میں خبر دی ہے بلاشبہ وہ آ چکا آج امت میں ان لوگوں میں بھی جو دیندار سمجھے جاتے ہیں' کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والے روپے پیسے یا کھانے پہننے کی چیزوں کے بارہ میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز' ہو سکتا ہے کہ آگے اس سے بھی زیادہ خراب زمانہ آنے والا ہو (مسند رزین کی اسی حدیث کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں گی)

حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنا' روح ایمانی کی موت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلہ کی تعلیمات و ہدایات نے صحابہ کرام کی زندگیوں اور ان کے دلوں پر کیا اثر ڈالا تھا' اس کا اندازہ ان دو واقعات سے کیا جا سکتا ہے:

صحیح بخاری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مروی ہے کہ ان کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز ان کی خدمت میں پیش کی' آپ نے اس میں سے کچھ کھا لیا' اس کے بعد اس غلام نے بتلایا کہ یہ چیز مجھے اس طرح حاصل ہوئی کہ اسلام کے دور سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی کو میں نے اپنے کو کاہن ظاہر کر کے دھوکا دیا تھا اور اس کو کچھ بتلا دیا تھا' جیسے کہ کاہن لوگوں کو بتلا دیا کرتے تھے' تو آج وہ آدمی ملا اور اس نے مجھے اس کے حساب میں کھانے کی یہ چیز دی' حضرت ابوبکرؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کیا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

اسی طرح امام بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دودھ پیش کیا' آپ نے اس کو قبول فرما لیا اور پی لیا' آپ نے اس آدمی سے پوچھا کہ دودھ تم کہاں سے لائے؟ اس نے بتلایا کہ فلاں گھاٹ کے پاس سے میں گزر رہا تھا' وہاں زکوٰۃ کے جانور اونٹنیاں' بکریاں وغیرہ تھیں لوگ ان کا دودھ دوہ رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کی طرح حلق میں انگلی ڈال کے آپ نے بھی قے کر دی' اور اس دودھ کو اس طرح نکال دیا۔ (مشکوٰۃ)

ان دونوں واقعوں میں ان دونوں بزرگوں نے جو کھایا یا پیا تھا' چونکہ لاعلمی اور بے خبری میں کھایا پیا تھا' اس لئے ہرگز گناہ نہ تھا لیکن حرام غذا کے بارہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ ان حضرات نے سنا تھا' اس سے یہ اتنے خوف زدہ تھے کہ اس کے پیٹ سے نکال دینے کے بغیر چین نہ آیا' بے شک حقیقی تقویٰ یہی ہے۔

☆☆ .... ☆☆

حضرت عائشہؓ سیرت و کردار

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

مشورہ لینا:

حضرت عائشہؓ بڑی صاحب فہم وفراست تھیں۔ اچھے اچھے سمجھدار ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر کو مال لے جا کر تجارت کرتا تھا ایک مرتبہ میں تجارت کے ارادہ سے عراق کو اپنا مال لے گیا۔ (واپس آکر) میں حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنایا کہ میں پہلے تجارت کے لئے اپنا مال شام لے جایا کرتا تھا اس مرتبہ عراق کو لے گیا۔ (اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟) اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیوں (بلاوجہ) اپنی (سابقہ) تجارت گاہ کو چھوڑتے ہو؟ ایسا مت کرو کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جب اللہ جل شانہ تمہارے لئے کسی ذریعہ سے رزق کے اسباب پیدا فرمادیوے تو جب تک (خود ہی) وہ سبب (کسی وجہ سے) نہ بدل جاوے یا (نفع کے علاوہ) دوسرا رخ اختیار نہ کرلیوے تو اس کو نہ چھوڑو۔ (جمع الفوائد عن ابن ماجہ)

فضائل ومناقب:

حضرت عائشہؓ کے بہت سے فضائل حدیث شریف اور اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھے ہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب بیویوں سے زیادہ ان سے محبت تھی ان کے شاگرد حضرت مسروقؒ (تابعی) جب ان کے واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتے تھے تو یوں فرمایا کرتے تھے:

"حدثتنی الصادقۃ ابنۃ الصدیق حبیبۃ حبیب اللہ."

ترجمہ: "مجھے روایت کی سچ بولنے والے صدیق کی بیٹی نے جو اللہ کے حبیب کی پیاری تھیں۔" (الاصابہ)

خود حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مجھے دس چیزوں کے ذریعہ فضیلت حاصل ہے وہ دس چیزیں یہ ہیں:

(۱) جبریل علیہ السلام میری تصویر لے کر (نکاح سے پہلے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

(۲) اور میرے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

(۳) اور نہ کوئی ایسی عورت میرے علاوہ آپ کے نکاح میں آئی جس کے ماں باپ دونوں نے ہجرت کی ہو۔

(۴) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان پر سے میری برأت نازل فرمائی۔

(۵) اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں وحی آجاتی تھی کہ میں آپ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی تھی۔

(۶) میں اور آپ ایک ہی برتن سے (ساتھ بیٹھ کر کپڑا باندھ کر) غسل کرتے تھے۔

(۷) آپ نماز تہجد پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سامنے لمبی لمبی لیٹی رہتی تھی۔

(۸) آپ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ میری گردن اور گود کے درمیان تھے اور میری باری کا دن تھا۔

(۹) اور میرے ہی گھر میں آپ مدفون ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنی خصوصیات میں یہ بھی ذکر کیا کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھی اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے پاس میرے اور فرشتوں کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا۔ (الاصابہ)

حضرت ابوموسیٰؓ کی روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں بس مریم بنت عمران (والدہ سیدنا عیسیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا) اور آسیہ فرعون کی بیوی کامل ہوئیں اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ (روٹی کے ٹکڑوں کو شوربہ دار گوشت میں پکایا کرتے تھے اس کو اہل عرب ثرید کہتے تھے اور تمام کھانوں سے افضل سمجھتے تھے۔)

ایک مرتبہ سیدنا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ذریعے حضرت عائشہؓ کو سلام کہلایا' انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز ریشم کے کپڑے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عائشہؓ کی تصویر لے کر آئے اور عرض کیا یہ آپ کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں۔ (اسد الغابہ)

کثرت عبادت:

حضرت عائشہؓ اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور نفل نماز بھی بہت پڑھتی تھیں۔ چاشت کی نماز کا خاص اہتمام رکھتی تھیں۔ اس وقت آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں' اور یہ فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی اگر (قبر) سے اٹھ کر آجائیں تب بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ فرماتے تھے کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے گھر جاتا اور سلام کرتا (یہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے) ایک مرتبہ جو میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئی نفل نماز پڑھ رہی ہیں اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہی ہیں اور رو رہی ہیں: "فمن اللہ علینا و وقانا عذاب السموم" میں سلام پھیرنے کے انتظار میں کھڑا رہا حتیٰ کہ طبیعت اکتا گئی اور میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لئے بازار چلا گیا۔ پھر جب واپس آیا تو دیکھا کہ وہ اب بھی اسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تہجد پڑھا کرتی تھیں۔ (مسند احمد) آپ کے بعد بھی اس کا اہتمام کرتی تھیں' روزوں کی کثرت ان کا خاص شغل تھا۔ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں۔ سخت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عائشہؓ کے بھائی تھے' فرمایا: اس گرمی میں نفل روزہ کوئی ضروری نہیں ہے' افطار کر لیجئے۔ (بعد میں قضا رکھ لینا کافی ہوگا) یہ سن کر فرمایا کہ بھلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' میں اپنا روزہ توڑ دوں گی؟ (مسند احمد)

ایک حدیث میں ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے پچھلے اور ایک سال کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت ابوقتادہؓ ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹ عن مسلم)

شریعت مقدسہ کی منع کی ہوئی چیزوں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچتی تھیں' راستہ میں کبھی ہوتیں اور گھنٹہ کی آواز آجاتی تو ٹھہر جاتی تھیں تاکہ اس کی آواز کان میں نہ آوے۔ نیکیوں کو پھیلانے کے ساتھ ساتھ برائیوں سے روکنا بھی ان کا خاص مشغلہ تھا اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن طاقت خرچ کر دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ ایک گھر کرایہ پر دے دیا تھا' کرایہ دار اس میں شطرنج کھیلنے لگے تو ان کو کہلا بھیجا کہ اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو مکان سے نکلوا دوں گی۔ (الادب المفرد للبخاری)

احکام اسلامیہ کو بلا چوں و چرا ماننا:

دیگر تمام صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت عائشہؓ بھی اسلام کے احکام کے بارے میں چوں چرا کو بالکل روا نہیں رکھتی تھیں۔ ان کی مشہور شاگردہ حضرت معاذہ عدویہؒ نے ایک مرتبہ سوال کیا: کیا بات ہے کہ حیض کے زمانے کی نماز نہیں پڑھی جاتی؟ لیکن رمضان المبارک کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں؟

حضرت عائشہؓ نے اس کے جواب میں فرمایا: "احروریۃ انت" کیا تو نیچری ہوگئی؟ جو اسلام کو اپنی سمجھ کا تابع کرنا چاہتی ہے اور اسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننے کو پسند نہیں کرتی؟ حضرت معاذہؒ نے عرض کیا کہ میں تو اس کے جواب میں یہی جانتی ہوں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کو حیض آتا تھا تو روزہ کی قضا رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (جمع الفوائد)

حاشیہ: (''حرورا'' ایک بستی تھی' وہاں کے رہنے والوں میں یہ وبا چل پڑی تھی جو اس دور میں نیچریوں میں اور پچھلے دور میں معتزلہ میں پھیلی ہوئی تھی کہ جب تک عقل تسلیم نہ کرے اس وقت تک اسلام کی بات کو ماننے سے انکار کرتے تھے) اس لئے ہم نے حروریہ کا ترجمہ نیچری کیا ہے۔

نزول آیت تیمم:

شریعت میں وضو کی جگہ بعض مجبوری کے مواقع میں تیمم رکھا گیا ہے' امت کے لئے اس میں بڑی آسانی ہے۔ یہ سن کر آپ کے علم میں اضافہ ہوگا کہ تیمم کے جاری ہونے کا سبب حضرت عائشہؓ کی ہی ذات گرامی ہے' جس کا مفصل واقعہ وہ خود اپنے الفاظ میں اس طرح نقل فرماتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے' بہت سے مسلمان ساتھ تھے' ہم نے مقام بیداء یا ذات الجیش میں قیام کیا' وہاں میرے ہار کی لڑی ٹوٹ گئی' لہٰذا اس کے ڈھونڈنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ختم نبوۃ

مزید قیام فرمایا اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی ٹھہرے رہے' رات کا وقت تھا اور پانی کہیں قریب موجود نہیں تھا' چونکہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھنے کا خیال تھا اس لئے بہت فکرمند ہوئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بلاوضو نماز کیسے پڑھ سکیں گے؟ یہ سوچ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ عائشہؓ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے تمام ہمراہیوں کو روک لیا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ پانی قریب ہے نہ اپنے پاس ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس آئے اور مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور نہ جانے کیا کیا کہا اور ڈانٹنے کے ساتھ ساتھ میری کوکھ میں کچوکے دیتے رہے' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے' آپ کے بے آرام ہونے کی وجہ سے میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کچوکے دینے پر ذرا حرکت نہ کی۔ الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے سوتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی' اور پانی موجود نہ تھا' لہٰذا اللہ جل شانہ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی اور سب نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت اسید بن حضیرؓ (خوشی میں پھڑک اٹھے اور کہا کہ اے ابوبکرؓ کے گھر والو تم ہمیشہ سے برکت والے ہو) یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے' اس کے بعد جب ہم نے اونٹ کو اٹھایا جس پر میں (سوار ہوئی) تھی تو وہ گمشدہ ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔ (جمع الفوائد)

شعر اور طب:

حضرت عائشہؓ مریضوں کے معالجات میں اور اشعار عرب یاد رکھنے میں بھی خاص ملکہ رکھتی تھیں' ان کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب کوئی حادثہ پیش آجاتا تھا تو اس کے متعلق ضرور شعر پڑھ دیتی تھیں۔ (الاصابہ)

یہ بھی حضرت عروہ بن زبیرؓ کا ارشاد ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کوئی قرآن کا عالم اور فرائض اسلام اور حلال وحرام کا جاننے والا اور عرب کے واقعات اور اہل عرب کے نسب سے واقفیت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (صفۃ الصفوۃ)

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیرؓ نے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے فقیہہ ہونے پر تعجب نہیں ہے' کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں' اور نہ مجھے آپ کی شعر دانی اور واقعات عرب کی واقفیت پر تعجب ہے' کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہو ان کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہوگئیں' لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ کو طب سے کیونکر واقفیت ہوئی؟ اس کے جواب میں حضرت عروہؓ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ عروہ بیٹا! طب میں نے اس طرح سیکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں بیمار ہوجایا کرتے تھے اور لوگ دور دور سے آیا کرتے تھے' وہ آپ کو علاج کے طریقے اور دوائیں بتاتے تھے اور میں ان کے ذریعے آپ کا علاج کرتی تھی۔ (ایضاً)

سخاوت:

حضرت عائشہؓ بڑی سخی تھیں اور ان کی بہن اسماءؓ بنت ابی بکرؓ بھی سخاوت میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے تھے (جو حضرت اسماءؓ کے بیٹے تھے) کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ سے بڑھ کر کوئی عورت سخی نہیں دیکھی' لیکن دونوں کی سخاوت میں ایک فرق تھا اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ تھوڑا تھوڑا جمع کرتی رہتی تھیں' یہاں تک کہ جب خاصی مقدار میں جمع ہوجاتا تو (ضرورت مندوں) میں تقسیم فرمادیتی تھیں اور حضرت اسماءؓ کا یہ حال تھا کہ وہ کل کے لئے کچھ رکھتی ہی نہ تھیں۔ (ادب المفرد)

حضرت عروہؓ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک روز ستر ہزار کی مالیت (ضرورت مندوں پر) تقسیم فرمادی اور اپنا یہ حال تھا کہ تقسیم کرتے وقت اپنے کرتہ میں پیوند لگارہی تھیں۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت معاویہؓ نے ایک طبق میں سچے موتی بھر کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ہدیتاً بھیجے جن کی قیمت ایک لاکھ تھی۔ انہوں نے ہدیہ قبول کرکے اپنے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں تقسیم فرمادیا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ کا روزہ تھا اور اسی روز ان کے پاس ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دو بورے بھر کر ہدیہ بھیجا جو ایک لاکھ اسی ہزار کی مالیت تھی۔ وہ اسی وقت تقسیم کرنے بیٹھ گئیں اور تھوڑی دیر میں تمام کردیا۔ جب شام ہوئی تو ایک درہم (چونی بھر کر چاندی) بھی پاس نہ تھا' افطار کے وقت اپنی باندی سے فرمایا کہ افطاری لاؤ' چنانچہ وہ زیتون کا تیل اور روٹی لے کر آئی' وہیں ایک عورت ام ذرہ موجود تھیں (اس کا بھی روزہ تھا) اس نے کہا کہ آج جو آپ نے مال تقسیم کیا ہے' اس میں سے اتنا بھی آپ نہ رکھ سکیں کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں جسے افطاری میں ہم کھالیتے! حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اب کہنے سے کیا ہوتا ہے' اس وقت تم یاد دلاتیں تو میں اس کا خیال کرلیتی۔ (صفۃ الصفوہ)

ایک روز کا واقعہ ہے جسے وہ خود بیان فرماتی تھیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں' اس نے سوال کیا' اس وقت میرے پاس

ختم نبوت

ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا' میں نے وہی دے دی۔ اس نے اس کھجور کو لے کر دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود نہ کھایا' اس کے بعد وہ چلی گئی اور اس کے بعد ہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانہ میں تشریف لے آئے' میں نے آپ کے سامنے واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان لڑکیوں کی پرورش میں ذرا بہت بھی مبتلا کیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ کی آڑ بن جائیں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زنان خانے میں ایک بکری ذبح کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے' کچھ دیر کے بعد تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ بکری کا کیا ہوا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ (سب صدقہ کر دی گئی) صرف اس کا ہاتھ باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (واقعہ یہ ہے کہ) اس کے ہاتھ کے علاوہ سب باقی ہے۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کی راہ میں دے دیا گیا' باقی وہی ہے اور جو ابھی ہمارے پاس ہے' اس کو باقی کہنا درست نہیں۔

خوف خدا اور فکر آخرت:

حضرت عائشہؓ عابدہ' زاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی اور آخرت کی بہت فکر رکھنے والی تھیں۔

ایک مرتبہ دوزخ یاد آ گئی تو رونا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کیا: مجھے دوزخ کا خیال آ گیا' اس لئے رو رہی ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دربار رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب سے آپ نے منکر نکیر کی (ہیبت ناک آواز) کا اور قبر کے بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے' اس وقت سے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہؓ! منکر نکیر کی آواز مومن کے کانوں میں ایسی معلوم ہوتی ہے (جیسے آنکھوں میں سرمہ) اور قبر کا مومن کو دبانا ایسا ہوتا ہے' جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی شفقت والی ماں آہستہ آہستہ دباوے اور وہ اس سے آرام و راحت پاوے۔ پھر فرمایا کہ اے عائشہؓ! اللہ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے اور وہ قبر میں اس طرح بھینچے جائیں گے' جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبا دیا جائے۔ (شرح الصدور)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس ایک یہودی عورت اندر گھر میں آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا' ذکر کرتے کرتے اس نے مجھ سے کہا کہ "اعاذک اللہ من عذاب القبر" (اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب قبر حق ہے' اس کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خالہ جان کی بے پناہ فیاضی دیکھ کر ایک مرتبہ (کسی کے سامنے) یوں کہہ دیا کہ یا تو وہ اتنے خرچ سے خود ہی رک جائیں ورنہ ان کا ہاتھ خرچ سے روک دوں گا۔ جب حضرت عائشہؓ کو یہ بات پہنچی تو فرمایا: اچھا عبداللہؓ نے ایسا کہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ جی ہاں! فرمایا: میں نے نذر مان لی کہ زبیرؓ کے بیٹے سے کبھی نہ بولوں گی۔ اس کے بعد عرصہ تک بول چال بند رکھی' پھر مشکل سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود کے کہنے سننے کے بعد ان سے بولنا شروع کیا اور نذر کے ٹوٹ جانے پر مواخذہ سے ڈرتی تھیں اور گو نذر کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے' لیکن ان کو خوف خدا اس قدر لگا ہوا تھا کہ بار بار غلام آزاد کرتی تھیں کہ شاید اب خطا معاف ہو جائے' شاید اب خطا معاف ہو جائے۔

وفات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات منگل کی شب ۱۷/ رمضان المبارک ۵۸ھ کو ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا سن وفات ۵۷ھ ہے۔ مرض الوفات میں جو لوگ مزاج پرسی کو آتے اور بشارت دیتے تو (آخرت کے حساب کے ڈر سے) فرماتیں: کاش! میں پتھر ہوتی' کاش! کسی جنگل کی گھاس ہوتی۔ اسی زمانے میں حضرت ابن عباسؓ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے خصائل و مناقب ذکر کئے' تو فرمایا: اے ابن عباسؓ! رہنے دو' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تو یہ پسند کرتی ہوں کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔ وفات ہو جانے پر حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ عائشہؓ کے لئے جنت واجب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ خدا ان پر رحمت کرے! وہ اپنے باپ کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں' وفات کے قریب وصیت فرمائی کہ میں رات ہی دفن کر دی جاؤں' چنانچہ وتر کی نماز کے بعد جنت البقیع کے سپرد کر دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن کے لئے ان کے حقیقی بھانجے حضرت عبداللہؓ اور عروہؓ اور ان کے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم قبر میں اترے اور ان کو دفنا دیا۔ (الاصابہ والاستیعاب)

رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

☆☆..........☆☆

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوة

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جن کا نام ان کے ننھیال والوں نے شرف الدین احمد رکھا تھا' ۲۲/ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید ضیاءٔ الدین تھا جو بھارتی صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں پشمینہ کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ نے بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ ابتدائی تعلیم کے لئے گھریلو ماحول بہت سازگار ثابت ہوا۔ آپ کو فن تجوید وقرأت پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے وقت سامعین پر رقت طاری ہوجاتی تھی۔ کئی غیر مسلم آپ کی قرأت سن کر مسلمان ہوگئے تھے۔ شعروادب کا ذوق شاد عظیم آبادی سے حاصل کیا۔ قرأت کا فن قاری محمد عمر عاصم سے سیکھا۔ دینی علوم امرتسر میں مفتی علامہ مصطفیٰ قاسمی سے حاصل کرکے صرف ونحو اور فقہ کی تعلیم مکمل کی۔ خطابت کا فن خداداد تھا' جس میں اس قدر عروج حاصل کیا کہ کئی کئی گھنٹے لگا تار سامعین ان کی تقریریں سنتے ہوئے نہ تھکتے تھے اور مجمع پر سکوت طاری ہوجاتا تھا۔ روحانی تربیت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے حاصل کی۔ خلافت واجازت حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے حاصل ہوئی۔ گجرات کے قریب موضع ناگڑیاں میں اپنے ہی خاندان میں شادی ہوئی۔ آپ نے سماجی برائیوں کو معاشرے سے دور کرنے کے لئے گھر گھر جاکر تبلیغ کی اور لوگوں کو توہمات پرستی اور ہندوانہ رسموں سے چھٹکارا دلایا۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف جب پورے ہندوستان میں تحریک چلنی شروع ہوئی تو اس سلسلہ میں نکالے گئے جلوس پر انگریزوں نے گولی چلادی جس سے چھ افراد ہلاک ہوگئے۔ آپ نے ان میں سے مسلمان شہداء کو خود غسل دے کر کفن دفن کا انتظام

بابو شفقت قریشی سہام

کیا اور ان کی نماز جنازہ بھی خود پڑھائی' ان کے اس فعل سے ہندوستانی مسلمان ان کے گرویدہ ہوگئے۔ سیف الدین کچلو کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کے طور پر جلیانوالہ باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جنرل ڈائر نے مجمع کو منتشر کرنے کے لئے گولی چلادی جس سے ۵۰۰ افراد ہلاک اور ڈیڑھ ہزار کے قریب شدید زخمی ہوئے۔ اس خونی واقعہ سے شاہ صاحب نے بے حد اثر قبول کیا اور اس کے بعد باقاعدگی سے سیاسی جلسوں میں شرکت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ تحریک خلافت میں آپ کی شرکت اور پہلی تقریر کو مولانا محمد علی جوہر نے بے حد سراہا۔ ملک بھر میں خلافت کمیٹیاں قائم کیں اور ترکی کے خلیفہ کے ساتھ ہندوستانیوں کی ہمدردیوں میں بے حد اضافہ ہوا۔ عورتوں نے زیور بیچ کر خلافت کمیٹیوں کے چندے جمع کرائے۔ حکومت برطانیہ کو آپ کی مقبولیت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ چنانچہ گجرات کے ڈپٹی کمشنر نے کھلے الفاظ میں حکومت پر واضح کردیا تھا کہ ان کی گرفتاری سے ملک میں ہنگامے شروع ہوجائیں گے' کیونکہ انہوں نے لوگوں کے دلوں پر جادو کررکھا ہے۔

شاہ صاحب کی پہلی گرفتاری تیس برس کی عمر میں ہوئی اور آپ کو تین سال قید کی سزا سنائی گئی۔ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! میری آنکھوں کے سامنے انگریز ہندوستان خالی کردیں۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ کی حیات میں ہی انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد کردیا۔ امیر شریعتؒ ایک درویش صفت انسان تھے۔ ان کے جوش اور ولولے نے انگریز حکومت کی بنیادیں ہلاکر رکھ دی تھیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شدھی تحریک شروع کی گئی' کسی کو ہندو بنانے کے لئے اسے گائے کا پیشاب اور گوبر دودھ' دہی اور مکھن میں ملاکر کھلایا جاتا تھا' اس تحریک کا آغاز آریہ سماج نے کیا تھا۔ شدھی کی طرح سنگھٹن بھی ہندو مہاسبھا کا منصوبہ تھا' جس کا اصل قائد مونجے تھا۔ ہندوؤں کو

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

احساس دلا کر بجز کا یا جاتا تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے لئے شدید خطرہ ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کو منظم کرنے کے لئے مختلف ادارے کھول کر ان کو عسکری تربیت دینا شروع کردی گئی۔ اس تنظیم نے آگے چل کر تقسیم کے وقت مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ شاہ صاحب نے ان تحریکوں کا مردانہ وار مقابلہ کرکے ان کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آپ بھی ان علمائے کرام میں شامل تھے جنہوں نے ہندوؤں کی کتابوں کے ذریعہ ان کے مذہب کا باطل ہونا ثابت کرکے انہیں لاجواب کردیا۔ راج پال نامی شاتم رسول نے ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کرکے مسلمانوں کی دل آزاری کی' جس کے خلاف ہندوستان کے طول وعرض میں احتجاج شروع ہوگیا۔ مقدمے میں اس کو سزا ہوگئی' مگر ہائی کورٹ کے سکھ جسٹس نے اسے بری کردیا۔ شاہ صاحب نے بیرون دہلی دروازہ لاہور میں اس سلسلہ میں منعقد ہونے والے ایک جلسہ میں سامعین کو مخاطب کرکے اپنے خاص انداز میں کہا: وہ دیکھو! حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن فرما رہی ہیں کہ مسلمانو! تمہارے سامنے آقائے دو جہاں کی توہین کی جارہی ہے اور تم خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو۔ یہ سنتے ہی مجمع میں سے اٹھ کر غازی علم الدین نے راجپال کا کام تمام کردیا اور اس تقریر کے جرم میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اس موقع پر چلنے والی دوسری تحریکوں میں حصہ لے کر آپ نے مسلمانوں کو خبردار کیا۔

آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کو جھٹلایا اور مرزائیت کے خلاف سینہ سپر ہوکر ختم نبوت کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں آپ کی جدوجہد کا بہت حصہ ہے۔ آپ ایک ایسے سپاہی اور مجاہد تھے جو ہر وقت سر پر کفن باندھے رہتا ہو۔

جنوری ۱۹۶۱ء میں شاہ صاحب پر فالج کا حملہ ہوا۔ علاج معالجہ سے چند ماہ تک قدرے افاقہ رہا۔ مگر دوسری دفعہ فالج کا حملہ جان لیوا ثابت ہوا اور آپ ۲۱/اگست ۱۹۶۱ء کو اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا عطاء المنعم نے پڑھائی۔ جنازہ میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آپ کو ملتان میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ نے اپنی پوری زندگی دینی اور سماجی خدمات کے لئے قربانیاں دیتے ہوئے گزاری۔ آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ صرف دینی بلکہ سیاسی طور پر بھی بیدار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ ایک ہی وقت میں مجاہد' غازی' دینی اور سیاسی رہنما تھے۔ اس عقیدے پر سختی سے کاربند تھے کہ زندگی اور موت دونوں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ امت مسلمہ کی ترقی کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہے اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی اپنے مقصد کو نہ بھلایا اور وہ اس میں بے حد مخلص تھے' بے باکی ان کا شعار تھا' اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے' اقتدار کی ہوس چھو کر نہ گزری تھی۔ منفرد ذوق عمل اور زور بیان رکھتے تھے' لب پر توحید باری تعالیٰ اور دل عشق مصطفیٰ سے لبریز تھا۔ عظمت و تقدیس رسالتؐ کے خطیب تھے۔ ان کے قدموں میں کبھی کسی موقع پر لغزش نہ آئی' دین حق کی سربلندی اور عظمت کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی۔

☆☆............☆☆

بقیہ: رحمت الٰہی

صابر نام نہ رکھیں:

لیکن مصائب اور صبر وغیرہ کو کبھی طلب نہ کریں' یہاں تک کہ میرے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کبھی بھی یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ کسی بچے کا نام ''صابر'' یا بچی کا نام ''صابرہ'' رکھا جائے' اس لئے نہیں کہ یہ نام رکھنا ناجائز ہے بلکہ وہ فرماتے تھے کہ ان ناموں میں ایک قسم کا دعویٰ ہے کہ مجھ پر مصائب آئیں اور میں ان پر صبر کرنے کو تیار ہوں' اور بندہ کا کام مصائب کو دعوت دینا نہیں بلکہ ان سے پناہ مانگنا ہے۔

نام کے اثرات:

اس نام رکھنے کے اور اسے بدلنے کے اثرات ہم نے خود دیکھے ہیں' ہماری ایک عزیزہ صابرہ نامی تھیں' بہت پریشانی اور تنگدستی اور فقرو فاقے میں زندگی گزار رہی تھیں' ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ کے پاس آئیں' حضرت نے دعا بھی فرمائی اور کہا کہ تم اپنا نام بدل لو اور صابرہ کی جگہ شاکرہ رکھ لو' اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ چند دنوں میں ہی ان خاتون کی تمام تکالیف اور پریشانیاں دور ہوگئیں' اس لئے مصائب خود طلب نہ کریں' آجائیں تو اللہ کی مشیت سمجھتے ہوئے راضی رہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی تینوں قسام صبر علی الطاعت' صبر عن المعصیت اور صبر علی المصیبت پر اپنے اپنے مواقع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس اجر کا مستحق بنائے جو صابرین کو عطا فرماتے ہیں۔ آمین۔

☆☆

حق بات ہے یہ دنیا والو مرزا کی نبوت جعلی ہے

مولانا محمد شریف جالندھریؒ

لب پر ہیں ترانے الفت کے دل خوف خدا سے خالی ہے
حق بات ہے یہ دنیا والو مرزا کی نبوت جعلی ہے
چہرے پہ نقاب تقدس کا اور دل پہ تسلط باطل کا
مخلوق کو بہکانے کی عجب ظالم نے راہ نکالی ہے
''استادِ ملائک'' نے جانے کیا پھونک دیا ہے کانوں میں
دعویٰ ہے نبوت کا لیکن اک بات میں سو سو گالی ہے
جو دین محمد (ﷺ) چھوڑ گئے اللہ سے ناتہ توڑ گئے
ان بندوں کا دنیا میں تو کیا عقبیٰ میں بھی شیطاں والی ہے
اندھیر ہے روز روشن میں یہ چوری یہ سینہ زوری
سرکارِ دو عالم کی مسند اک ظالم نے سر کالی ہے
مذہب کا لبادہ اوڑھ کے بھی عریاں ہے جہالت مرزا کی
بہروپ نہیں چھپ سکتا کبھی یہ دنیا دیکھی بھالی ہے
رونو کو بھلا کیسے بھولیں وہ طفل پری وہ ماہ لقا
وہ جس کا تصور آتے ہی ''ہر رات ان کی دیوالی ہے''
جس کافر نے چمکائی تھی دکان نبوت میرزا کی
وہ کافریاں سے جا ہی چکا دکان بھی جانے والی ہے

REGD. NO. SS-160

24 ویں

سالانہ دو روزہ عظیم الشان

ختمِ نبوّت کانفرنس

29، 30 / ستمبر 2005ء بمطابق ۲۴، ۲۵ / شعبان ۱۴۲۶ھ

بروز جمعرات، جمعۃ المبارک

بمقام: مُسلم کالونی چناب نگر

علماء، مشائخ، سیاسی قائدین، دانشور اور وکلاء خطاب فرمائیں گے

زیر صدارت: مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ملتان

فون	ملتان	کراچی	لاہور	اسلام آباد	راولپنڈی	سرگودھا	گوجرانوالہ	فیصل آباد	چناب نگر	کوئٹہ	مخدوم آم
نمبر	514122	7780337	5862404	829186	5551675	710474	215663	633522	212611	841995	71613